حضور نبی کریم ﷺ کے بچپن مبارک پر خوبصورت کتاب
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا
بچپن
تالیف
محمد حسیب القادری
ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن مبارک پر خوبصورت کتاب

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن

تالیف:
محمد حسیب القادری

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

نام کتاب	....	حضور ﷺ کا بچپن
مصنف	....	محمد حسیب القادری
پبلشرز	....	اکبر بک سیلرز
تعداد	....	600
قیمت	....	-/120 روپے

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اما بعد! تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو پورے جہاں کا اکیلا مالک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں۔

مواہب لدنیہ میں شیخ بدر الدین زرکشی سے منقول ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت خوب روشن دن سے ہوئی۔

عرباض بن ساریہ سے مروی ہے ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی پیدائش کے وقت آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس سے تمام محل روشن ہو گئے۔ اس کے علاوہ ایک اور روایت میں ہے کہ بصریٰ کے محل روشن ہو گئے۔

آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت ستاروں کا زمین پر جھک آنے میں غالباً اس طرف اشارہ تھا کہ اب جلد ہی زمین سے کفر، شرک، ظلمت اور تاریکی دور ہو جائے گی اور انوار و ہدایت سے تمام زمین روشن اور منور ہو گی۔

یعقوب بن سفیان باسناد حسن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک یہودی مکہ میں تجارت کی غرض سے رہتا تھا۔ جس شب حضورِ اکرم ﷺ کی پیدائش ہوئی تو اُس نے مجلس میں قریش سے یہ دریافت کیا کہ اس شب میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ قریش نے کہا ہم کو معلوم نہیں۔ اس پر یہودی نے کہا کہ اچھا ذرا تحقیق تو کر کے آؤ۔ آج کی شب میں اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک

علامت ہے یعنی مہرِ نبوت۔ لوگ فوراً ہی اس کی مجلس سے اٹھے اور اس کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کے ہاں ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی ہے۔ یہودی نے کہا کہ مجھ کو بھی چل کر دکھلاؤ۔ یہودی نے جب دونوں شانوں کے درمیان کی علامت (مہرِ نبوت) کو دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو قریش نے پوچھا کہ تم کو کیا ہوا؟ اُس نے کہا کہ نبوت اسرائیل سے چلی گئی۔ اے قریش والو! یہ مولود تم پر جلد ہی ایک ایسا حملہ کرے گا کہ جس کی خبر مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گی۔ اس خبر سے مراد غالباً فتح مکہ ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اُس وقت میری عمر سات یا آٹھ سال کی ہوگی۔ میں نے اُس رات ایک یہودی کو دیکھا جو صبح کے وقت اپنی قوم کو پکار رہا تھا۔ یہودیوں نے اُس سے کہا کہ تم کو کیا ہوا اور کیوں فریاد کر رہے ہو اور ہمیں کیوں بلا رہے ہو؟ اُس نے کہا کہ آج کی رات احمد کے ستارے نے طلوع کر لیا ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہو چکی ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''حضور ﷺ کا بچپن'' میں حضور ﷺ کے بچپن کے واقعات مختصراً طور پر درج کئے گئے ہیں۔ اس کتاب میں آپ لوگوں کو کچھ واقعات کی تکرار بھی نظر آئے گی تاکہ ہر بات آپ حضرات کے ذہن میں محفوظ رہے۔ ہمیں پوری پوری اُمید ہے کہ دیگر کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی قاری کے معیار پر پوری اُترے گی۔ اگر آپ حضرات کو اس کتاب میں کوئی کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں ضرور مطلع کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔

محمد حبیب القادری

حضور ﷺ کی ولادت باسعادت

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ۱۲ ربیع الاوّل بروز پیر کو اس دنیا میں تشریف لائے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت صبح صادق کے طلوع کے وقت ہوئی۔ ہمیں یہ بھی جاننا چاہیئے کہ جمہور اہل سیر اور اربابِ تواریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت مبارک "عام الفیل" واقعہ کے چالیس (۴۰) یا پچپن (۵۵) دن کے بعد ہوئی ہے۔

تاریخ عالم میں یہ وہ نرالا اور عظمت والا دن ہے کہ اسی روز عالم ہستی کے ایجاد کا باعث، گردش لیل ونہار کا مطلوب، خلقِ آدم کا رمز، کشتی نوح کی حفاظت کا راز، بانی کعبہ کی دعا، ابن مریم کی بشارت کا ظہور ہوا۔ کائنات وجود کے الجھے ہوئے گیسوؤں کو سنوارنے والا، تمام جہان کے بگڑے نظاموں کو سدھارنے والا یعنی

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ماویٰ، ضعیفوں کا ملجا
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ

سندالاُصفیاء اشرف الانبیاء، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ عالَمِ وجود میں رونق افروز ہوئے اور پاکیزہ بدن، ناف بریدہ، ختنہ کئے ہوئے خوشبو میں بسے ہوئے بحالتِ سجدہ، مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین میں اپنے والد ماجد کے مکان کے اندر پیدا ہوئے، باپ کہاں تھے جو بلائے جاتے اور اپنے نونہال کو دیکھ کر نہال ہوتے، وہ تو پہلے ہی وفات پاچکے تھے۔ دادا بلائے گئے جو اس وقت طواف کعبہ میں مشغول تھے۔ یہ خوشخبری سن کر دادا ''عبدالمطلب'' خوش خوش حرم کعبہ سے اپنے گھر آئے اور والہانہ جوشِ محبت میں اپنے پوتے کو کلیجے سے لگالیا۔ پھر کعبہ میں لے جاکر خیر و برکت کی دعا مانگی اور ''محمد'' نام رکھا۔ آپ کے چچا ابولہب کی لونڈی ''ثویبہ'' خوشی میں دوڑتی ہوئی گئی اور ''ابولہب'' کو بھتیجا پیدا ہونے کی خوشخبری دی تو اس نے اس خوشی میں شہادت کی انگلی کے اشارہ سے ''ثویبہ'' کو آزاد کردیا۔ جس کا ثمرہ ابولہب کو یہ ملا کہ اس کی موت کے بعد اس کے گھر والوں نے اس کو خواب میں دیکھا اور حال پوچھا تو اس نے اپنی انگلی اُٹھا کر یہ کہا کہ:

''تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد مجھے کچھ (کھانے پینے) کو نہیں ملا بجز اس کے کہ ''ثویبہ'' کو آزاد کرنے کے سبب سے اس انگلی کے ذریعہ کچھ پانی پلادیا جاتا ہوں''۔

(بخاری جلد 2، باب و امھاتکم التی ارضعنکم)

اس موقع پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے ایک بہت ہی فکر انگیز اور بصیرت افروز بات تحریر فرمائی ہے جو اہل محبت کے لئے نہایت ہی لذت بخش ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

اس جگہ میلاد کرنے والوں کے لئے ایک سند ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی

شب ولادت میں خوشی مناتے ہیں اور اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب ابولہب کو جو کافر تھا اور اس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی ولادت پر خوشی منانے اور باندی کا دودھ خرچ کرنے پر جزا دی گئی تو اس مسلمان کا کیا ہوگا آنحضرت ﷺ کی محبت میں سرشار ہو کر خوشی مناتا ہے اور اپنا مال خرچ کرتا ہے۔

(مدارج النبوۃ جلد 2، ص 19)

یہی وہ مبارک دن تھا کہ جب ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آیا اور اس کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے، فارس کا آتش کدہ جو ہزار سال سے روشن تھا وہ بجھ گیا اور دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔ اس واقعہ سے کسریٰ بہت پریشان تھا اس نے اپنے سارے وزراء اور ارکانِ دولت کو دربار میں منعقد کیا۔ موبذان نے کھڑے ہو کر کہا کہ اس رات میں نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا ہے کہ سخت اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچے لے جارہے ہیں اور دریائے دجلہ سے پار ہو کر تمام ممالک میں پھیل گئے۔ کسریٰ نے موبذان سے پوچھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ موبذان نے کہا کہ شاید عرب کی طرف سے کوئی عظیم الشان حادثہ پیش آئے گا۔ کسریٰ نے اپنے اطمینان کے لئے نعمان بن منذر کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ اپنے کسی بڑے عالم کو میرے پاس بھیجو تاکہ وہ میرے چند سوالات کے جوابات دے سکے۔

نعمان بن منذر نے ایک جہاندیدہ عالم عبدالمسیح غسانی کو روانہ کیا۔ عبدالمسیح جب کسریٰ کے دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے کہا کہ میں جس چیز کے بارے میں تم سے معلوم کرنا چاہتا ہوں کیا تم کو اس کا علم ہے۔ بادشاہ کے جواب میں عبدالمسیح نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوا تو آپ کو ضرور مطلع کر دوں گا ورنہ کسی جاننے والے کی طرف آپ کی رہنمائی کر دوں گا۔ بادشاہ نے تمام واقعہ بیان کیا۔ عبدالمسیح نے کہا کہ غالباً اس کی تحقیق میرے ماموں سطیح سے ہو سکے گی جو آج کل شام میں رہائش پذیر ہیں۔

عبدالمسیح کے جواب میں بادشاہ نے اُس سے کہا کہ تم خود اپنے ماموں سے اس واقعہ کی تحقیق کر کے آؤ۔ عبدالمسیح جب اپنے ماموں سطیح کے پاس پہنچا تو وہ اُس وقت نزع کی حالت میں تھا مگر ہوش ابھی باقی تھے۔ عبدالمسیح نے جا کر اپنے ماموں کو سلام کیا اور کچھ اشعار پڑھے۔ جب سطیح نے عبدالمسیح کو اشعار پڑھتے سنا تو اُس کی طرف متوجہ ہوا اور یہ کہا کہ عبدالمسیح تیز اونٹ پر سوار ہو کر سطیح کے پاس پہنچا جب وہ مرنے کے قریب ہے تجھ کو بنی ساسان کے بادشاہ نے محل کے زلزلہ، آتش کدہ کے بجھ جانے اور موبذان کے خواب کی وجہ سے بھیجا ہے کہ سخت اور قوی اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچے لیے جا رہے ہیں اور دجلہ سے پار ہو کر تمام بلاد میں پھیل گئے ہیں۔ اے عبدالمسیح! خوب سن لے کہ جب کلام الٰہی کی تلاوت کثرت سے ہونے لگے، صاحب عصا ظاہر ہو، وادی ساوہ رواں ہو جائے، دریائے ساوہ خشک ہو جائے اور فارس کی آگ بجھ جائے تو سطیح کے لئے شام شام نہ رہے گی۔ بنی ساسان کے چند مرد اور چند عورتیں بقدر کنگروں کے بادشاہت کریں گے اور جو شے آنے والی ہے وہ گویا آ گئی ہے۔ عبدالمسیح واپس آیا اور کسریٰ سے یہ تمام ماجرا بیان کیا۔ کسریٰ نے سن کر کہا کہ چودہ سلطنتوں کے گزرنے کے لئے ایک زمانہ چاہیئے لیکن زمانے کو گزرتے کیا دیر لگتی ہے۔ دس سلطنتیں تو چار ہی سال میں ختم ہو گئیں اور باقی چار سلطنتیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ختم ہوئیں۔

حضور ﷺ کے والد کا سامانِ تجارت:۔

حجاز کا یہ مشہور شہر مشرق میں ''جبل ابوقبیس'' اور مغرب میں ''جبل قعیقعان'' دو بڑے بڑے پہاڑوں کے درمیان واقع ہے اور اس کے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور ریتلے میدانوں کا سلسلہ دور دور تک چلا گیا ہے۔ اسی شہر میں حضور شاہنشاہ کونین ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ لوگ جانتے ہی ہوں گے کہ مکہ کی سرزمین کی وسعت تقریباً دو کلومیٹر مربع تھی اور یہاں پر ایک درخت بھی موجود نہیں تھا اسی وجہ سے وہاں کے رہنے والے لوگوں کا ذریعہ معاش صرف دو تھے۔ ان میں سے ایک پرورش بہائم بالخصوص پرورش شتران اور دوسرا تجارت۔ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کا شروع ہی سے تجارت کا پیشہ تھا۔

سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے عبداللہ کی شادی کی فکر دامن گیر ہوئی تو انہوں نے قبیلہ بنی زہرہ جو اپنی شرافت نسبی میں ممتاز تھا اس میں سے وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی سے جن کا نام حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) تھا اور چچا وہیب بن عبد مناف کی زیر تربیت تھیں' ان سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کا پیام دیا اور خود وہیب (حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے چچا) کی صاحبزادی جن کا نام ہالہ تھا ان سے عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے خود اپنے نکاح کا پیغام دیا۔ ایک ہی مجلس میں دونوں نکاح پڑھے گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ انہی کے بطن سے ہیں جو رشتہ میں حضور ﷺ کے چچا بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی۔

آپ ﷺ کے والد ماجد کا نکاح جب آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے کروا دیا تو آپ بغرض تجارت قافلہ کے ساتھ شام تشریف لے گئے۔ راستہ میں بیماری کی وجہ سے مدینہ منورہ ٹھہر گئے۔ قافلہ جب واپس مکہ پہنچا تو عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ عبداللہ کہاں رہ گئے۔ قافلہ والوں نے کہا کہ بیماری کی وجہ سے اپنی ننھیال بنی نجار میں مدینہ ٹھہر گئے۔ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فوراً ہی اپنے بڑے فرزند حارث کو مدینہ روانہ کیا۔ مدینہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا۔ ایک ماہ بیمار رہے اور انتقال کے بعد مدینہ منورہ ہی میں نابغہ کے مکان میں مدفون ہوئے۔ حارث نے واپس ہو کر عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور خویش و اقارب کو اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع دی۔ جس سے سب کو سخت صدمہ اور ملال ہوا۔ اقیس بن مخرمہ

سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہنوز بطنِ مادر ہی میں تھے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

قال الحاکم ھذا حدیث علی شرط مسلم واقرہ الذھبی

وفات کے وقت حضرت عبداللہ کی عمر علی اختلاف الاقوال ۳۰ یا ۲۵ یا ۲۸ یا ۱۸ سال کی تھی۔ حافظ علائی اور عسقلانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ وفات کے وقت اٹھارہ سال کا سن تھا اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

عام طور پر کتابوں میں ہمیں اسی بات کا ذکر ملتا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سامانِ تجارت لے کر مکہ سے شام کی طرف گئے اور وہاں سے سامانِ تجارت کی خرید و فروخت کے بعد واپسی پر مدینہ ٹھہرے اور اپنی بیماری کی وجہ سے وہیں فوت ہو گئے لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ تجارت کے لیے کیا خالی ہاتھ گئے تھے اور وہاں سے کیا واپس خالی ہاتھ آ رہے تھے اس سلسلہ میں تمام کتابیں خاموش ہیں کہ وہ مالِ تجارت کہاں گیا جو وہ اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔

حضور ﷺ کے والد کی میراث:-

عام طور پر ہمیں حضور پاک ﷺ کی سیرۃ کی کتابوں میں یہی بات ملتی ہے کہ

> ''حضورِ اکرم ﷺ کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت پانچ اونٹ، چند بکریاں اور ایک باندی جس کا نام برکہ اور کنیت اُم ایمن تھا کو ترکہ میں چھوڑا تھا۔''

فتح نیاز ی ''اسد الغابہ'' اور ''صحیح مسلم'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''...ہا (اُم یمن) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کنیزوں میں تھیں۔''

اب بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نہ تو غریب تھے اور نہ ہی کسی غریب اور معمولی شخص کے بیٹے تھے۔ وہ مکہ کے سردار حضرت

عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے اس لیے انہوں نے بہت کچھ چھوڑا۔ اپنی میراث میں ایک مکان بھی چھوڑا جس میں حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ یہ مکان مکہ مکرمہ میں سرائے محمد یوسف کے نام سے مشہور تھا۔ جب حضور ﷺ بنی سعد سے واپس آئے تو اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسی مکان میں رہنے لگے۔

حضور اکرم ﷺ کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی میراث میں ہمیں چاندی اور تلوار کا ذکر بھی ملتا ہے نیز مکان اور دیگر اشیاء کے علاوہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خیاطی کی ایک دکان بھی تھی جس میں کپڑا فروخت کیا جاتا تھا نیز سلا بھی جاتا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامانِ تجارت میں بہت کچھ نقد و جنس یعنی چمڑا اور کھجور بھی آپ رضی اللہ عنہ نے چھوڑی تھی جو قریش کے دستور کے مطابق تجارت میں لگایا جاتا اور اسی مناسبت سے منافع تقسیم کیا جاتا اسی بات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ غریب نہ تھے بلکہ وہ تو ضرورت مندوں کی مدد کرنے والے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی میں نورِ نبوت کی جھلک:۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے والد عبداللہ اپنا مکان تعمیر کر رہے تھے آپ ادھر سے واپس آئے چہرے پر گرد و غبار تھا (یمنی قبیلہ) بنو خثعم کی ایک عورت کے پاس سے گزرے اور روایت عامر بن سعد میں ہے کہ لیلیٰ عدویہ پر آپ کا گزر ہوا۔ اس نے آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور دیکھا تو جنسی خواہش کی تکمیل کی دعوت دی۔ اور کہا اگر آپ میری خواہش پوری کر دیں تو آپ کو سو اونٹ دوں گی آپ نے کہا میں نے ابھی غسل کرنا ہے پھر تیری بات سنوں گا۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ سیدہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کے

پاس گئے اور ان سے مباشرت فرمائی۔ اور یوں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے دامان امانت میں سیّد الانبیاء ﷺ کا پاکیزہ و مبارک جوہر ولادت جلوہ گر ہو گیا بعد ازاں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا اس خثعمی عورت پر اور بقول عامر بن سعد لیلیٰ عدویہ پر گزر ہوا آپ فرمانے لگے ابھی تیری خواہش باقی ہے؟ کہنے لگی اے عبد اللہ رضی اللہ عنہ! نہیں!! فرمایا کیوں؟ کہنے لگی اس لئے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ پہلی مرتبہ میرے پاس سے گزرے تھے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نورِ نبوت چمک رہا تھا اب جو آپ رضی اللہ عنہ واپس آئے ہیں تو وہ نور آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ سے لے لیا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم سب خلق خدا سے زیادہ صاحب برکت اور کثیر الاولاد ہیں۔ ایک روز حضرت عبد اللہ بن المطلب رضی اللہ عنہ ایک دن پیادہ نکلے اور وادی بطحا میں جا بیٹھے۔ وہاں لیلیٰ عدویہ نے انہیں دیکھا تو اپنی طرف دعوت دی۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں پھر کبھی آؤں گا آپ سیدھے اپنی زوجہ آمنہ بنت وھب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے ان سے مباشرت فرمائی۔ پھر آپ کا لیلیٰ پر گزر ہوا تو وہ کہنے لگی تم نے کیا کیا؟ فرمایا میں تو ادھر تمہاری طرف آ نکلا اور تم یہ عجیب سوال کر رہی ہو؟

لقد دخلت بنورما خرجتَ بہ ولئن کنت الممت بآمنۃ بنت وھب لتلدن ملکاً

”لیلیٰ کہنے لگی تم جو نور لے کر گئے تھے وہ واپس لے کر نہیں آئے اگر تم نے آمنہ بنت وھب رضی اللہ عنہا سے مباشرت کی ہے تو یقیناً وہ کسی سلطان عالم کو تولید کرے گی۔“

تقویٰ اور حفاظت عصمت:۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبد المطلب اپنے بیٹے عبد اللہ

رضی اللہ عنہ کو لے کر نکلے تاکہ اس کا کہیں نکاح کر دیا جائے آپ کا تبالہ (ایک یمنی شہر) کی ایک یہودی کاہنہ عورت پر گزر ہوا جسے فاطمہ بنت مر خثعمیہ کہتے تھے اس نے رُخ عبداللہ میں ''نور نبوت'' چمکتا دیکھا تو کہنے لگی اے نوجوان اگر تم ابھی مجھ سے مباشرت کرو گے تو میں تمہیں سو اونٹ دوں گی حضرت عبداللہ نے فرمایا۔

اما الحرام فالممات دونہٗ والحل لا فاستبینہٗ•

جو حرام کام ہو اس سے دور رہنے کے لئے موت بھی قبول کی جا سکتی ہے رہا حلال کام تو وہ یہاں تمہارے پاس نہیں ہے کہ میں اس کی تم سے جستجو کروں۔

فکیف لی الامر الذی تبغینہٗ•

''تو پھر میں تمہاری خواہش کیسے پوری کر سکتا ہوں۔''

پھر آپ اپنے والد کے ساتھ آگے چلے۔ انہوں نے آپ کا نکاح آمنہ بنت وھب رضی اللہ عنہا سے کر دیا' آپ اپنی زوجہ کے پاس تین دن رہے۔ پھر اسی فاطمہ خثعمیہ کے پاس سے گزرے تو وہ کہنے لگی اے نوجوان تم نے میرے بعد کیا کیا؟ فرمایا میرے والد نے آمنہ بنت وھب رضی اللہ عنہا سے میرا نکاح کر دیا اور میں وہاں تین دن رہا۔ کہنے لگی خدا کی قسم میں بدکار عورت نہیں۔ لیکن میں نے تمہارے چہرے پر نور دیکھا تھا میں نے چاہا کہ وہ نور مجھے مل جائے مگر اللہ تعالیٰ نے جہاں چاہا اسے رکھ دیا پھر وہ کہنے لگی۔

انی رایت حخیلة لمعت
فتلألات بحاتم القطر

فلمأتها نور یضیء بہ
ماحولہٗ کاضائة البدر

ورجوتہٗ فخرا ابوءُ بہ
ما کل قادح زندہٖ یوذی

لله ما ذهرية سلبت

ثوبيك ما استلبت وما تدري

۱۔ ''میں نے ایک بجلی (نور و روشنی) چمکتی دیکھی جس نے سیاہ بادلوں کو بھی جگمگا دیا تھا۔

۲۔ اس بجلی میں وہ نور تھا جو اپنے ماحول کو ماہ کامل کی طرح روشن کر رہا تھا۔

۳۔ میں نے اسے حاصل کرنا چاہا تا کہ اس پر فخر کرتی رہوں۔ مگر ہر پتھر رگڑنے والا آگ نہیں پیدا کر لیتا۔

۴۔ مگر اس زہری عورت (حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا) کی عظمت اللہ ہی کی عطا ہے جس نے (اے عبد اللہ رضی اللہ عنہ) تمہارے دونوں کپڑے (نبوت اور حکومت) لے لئے اس نے کیا لے لیا وہ کیا جانے؟'' (دلائل نبوت)

نورِ نبوت منتقل ہونا:۔

محدث ابو نعیم نے اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ:

''جس رات حضور ﷺ کا نور نبوت حضرت عبداللہ کی پشت اقدس سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مقدس میں منتقل ہوا۔ روئے زمین کے تمام چوپایوں خصوصاً قریش کے جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے گویائی عطاء فرمائی اور انہوں نے بزبان فصیح اعلان کیا کہ آج اللہ کا وہ مقدس رسول شکم مادر میں جلوہ گر ہو گیا جس کے سر پر تمام دنیا کی امامت کا تاج ہے اور جو سارے عالم کو روشن کرنے والا چراغ

"اللہ کے رزق کو کھاؤ اور شکر کرو"۔

اور نبی کریم ﷺ نے شکر کی تفسیر حمد سے فرمائی چنانچہ حدیث میں ہے افضل الشکر الحمد للہ اور کھانے کے بعد الحمدللہ پڑھنے کی کثرت سے تاکید آئی ہے۔ جب سفر ختم ہوتا تو آپ یہ پڑھتے

آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون

"ہم اللہ کی طرف رجوع ہونے والے ﷺ توبہ کرنے والے' اپنے پروردگار کی عبادت کرنے والے' حمد و ثنا کرنے والے ہیں"

اور جب نماز ختم ہوتی تو یہ آیت شریفہ پڑھتے:

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله رب العالمين

غرض یہ کہ آیاتِ قرآنیہ اور کلماتِ قدسیہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حمد کسی شے کے اختتام ہی کے بعد ہوتی ہے' اس لئے حق جل شانہ نے آپ کا نام محمد اور احمد رکھا تا کہ انقطاعِ وحی اور اختتامِ نبوت و رسالت کی جانب مشیر ہو۔

آنحضرت ﷺ کے ان دونوں ناموں محمد اور احمد کی یہ تمام شرح علامہ سہیلی اور حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ماخوذ ہے۔

کنیت:۔

آنحضرت ﷺ کی سب سے بڑی مشہور و معروف کنیت ابو القاسم ہے جو آپ ﷺ کے سب سے بڑے صاحبزادے قاسم رضی اللہ عنہ کے نام پر ہے۔

دوسری کنیت ابو ابراہیم ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ فرمایا

السلام علیك یا ابا ابراھیم

''سلام ہو آپ پر اے ابو ابراہیم۔''

ختنہ:۔

ختنہ کے بارے میں تین قول ہیں' ایک قول تو یہ مشہور ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ مختون پیدا ہوئے۔

حاکم کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ کے مختون پیدا ہونے میں بہت سی حدیث متواتر ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کے جد امجد سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ولادت کے ساتویں روز حضورِ اکرم ﷺ کی ختنہ کرائیں جیسا کہ عرب میں دستور تھا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سنت کے مطابق مولود کے ساتویں روز ختنہ کراتے تھے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں حضورِ اکرم ﷺ کی ختنہ ہوئی اور یہ قول ضعیف ہے۔ مشہور اور معتبر قول اول ہی کے دو قول ہیں اور ان دونوں قولوں میں تطبیق بھی ممکن ہے کہ حضور ﷺ مختون ہی پیدا ہوئے' لیکن ختنہ کی تمیم اور تکمیل سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کی۔

(سیرۃ النبی ﷺ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

حضور ﷺ عرب میں ہی کیوں پیدا ہوئے؟

اگر ہم ملک عرب کو کرہ زمین کے نقشہ پر دیکھیں تو اس کے محل وقوع سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک عرب کو ایشیاء، یورپ اور افریقہ تین براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے اس سے بخوبی یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے واسطے ایک واحد مرکز قائم کرنے کے لئے ہم کسی جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں تو ملک عرب

ہی اس کے لئے سب سے زیادہ موزوں اور مناسب مقام ہے۔ خصوصاً حضور خاتم النبیین ﷺ کے زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب افریقہ اور یورپ اور ایشیاء کی تین بڑی بڑی سلطنتوں کا تعلق ملک عرب سے تھا تو ظاہر ہے کہ ملک عرب سے اٹھنے والی آواز کو ان براعظموں میں پہنچائے جانے کے ذرائع بخوبی موجود تھے۔ غالباً یہی وہ حکومت الٰہیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین ﷺ کو ملک عرب میں پیدا فرمایا اور ان کو اقوام عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

خاندانی شرافت وسیادت

رسول اللہ ﷺ کا خاندان عرب میں ہمیشہ سے ممتاز ومعزز چلا آتا تھا۔ نضر (یافہر) کا لقب قریش تھا۔ اس وجہ سے اس کی اولاد کو قریشی اور خاندان کو قریش کہنے لگے اور اس سے اوپر والے کنانی کہالئے۔ قریش کی وجہ تسمیہ میں بہت سے مختلف اقوال ہیں جن کے ایراد کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میں بنی آدم کے بہترین طبقات سے بھیجا گیا۔ ایک قرن بعد دوسرے قرن کے یہاں تک کہ میں اس قرن سے ہوا۔ جس سے کہ ہوا"۔ حدیث مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے کنانہ کو برگزیدہ بنایا۔ اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو برگزیدہ بنایا۔ اسی طرح ترمذی شریف میں بہ سند حسن آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا تو مجھ کو ان کے سب سے اچھے گروہ میں بنایا۔ پاس میں روح و ذات اور اصل کے لحاظ سے ان سب [illegible]ا ہوں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے:

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
اَبَدًا وَّ عِلْمِیْ اَنَّهٗ لَا يَخْلُقُ

خدا نے حضرت محمد کا مثل کبھی پیدا نہیں کیا
اور مجھے علم ہے کہ وہ آپ کا مثل پیدا نہ کرے گا

نضر کے بعد اپنے وقت میں رئیس عرب تھا۔ اس کا ہم عصر احسان بن عبد کلال الحمیرہ چاہتا تھا کہ کعبہ کے پتھر اُٹھا کر یمن میں لے جائے۔ تا کہ حج کے لیے وہیں کعبہ بنا دیا جائے۔ جب وہ اس ارادے سے حمیر وغیرہ کو ساتھ لے کر یمن سے آیا۔ اور مکہ سے ایک منزل پر مقام نخلہ میں اترا۔ تو فہر نے قبائل عرب کو جمع کر کے اس کا مقابلہ کیا۔ حمیر کو شکست ہوئی۔ حسان گرفتار ہوا اور تین برس کے بعد فدیہ دے کر رہا ہوا۔ اس واقعہ سے فہر کی ہیبت و عظمت کا سکہ عرب کے دلوں میں جم گیا۔

فہر کے بعد قصی بن کلاب نے نہایت عزت و اقتدار حاصل کیا۔ قصی مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد خامس ہیں۔ ان کا اصلی نام زید تھا۔ کلاب کی وفات کے بعد ان کی والدہ فاطمہ نے بنو عذرہ میں سے ایک شخص ربیعہ بن حزام سے شادی کر لی تھی۔ وہ فاطمہ کو اپنی ولایت یعنی ملک شام کو لے گیا۔ فاطمہ اپنے ساتھ زید کو بھی لے گئی۔ چونکہ زید ابھی بچہ ہی تھے اور اپنے وطن مالوف سے دور جا رہے تھے اس لیے ان کو قصی (تصغیر اقصی بہ بعید) کہنے لگے۔ جب قصی جوان ہو گئے تو پھر مکہ میں اپنی قوم میں آ گئے۔ اور وہیں حلیل خزاعی کی بیٹی سے شادی کر لی۔ حلیل اس وقت کعبہ کا متولی تھا۔ اس پر تولیت قصی کے ہاتھ آئی۔ اس نے خزاعہ کو بیت المال سے نکال دیا اور قریش کو گھاٹیوں پہاڑیوں اور وادیوں سے جمع کر کے مکہ کے اندر اور باہر آباد کیا۔ اس وجہ سے قصی کو مجمع بھی کہتے ہیں۔

قصی نے کافی کارہائے نمایاں کیے۔ چنانچہ ایک کمیٹی گھر قائم کی جسے دار الندوہ کہتے ہیں۔ مہمات امور میں مشورے یہاں کرتے۔ لڑائی کے لیے جھنڈا یہیں تیار ہوتا۔ نکاح اور دیگر تقریبات کی مراسم یہیں ادا کرتے۔ حرم کی رفادت وسقایت کا منصب بھی قصی ہی نے قائم کیا۔ چنانچہ موسم حج میں قریش کو جمع کر کے یہ تقریر کی۔ ”تم خدا کے پڑوسی اور خدا کے گھر کے متولی ہو۔ اور حجاج خدا کے مہمان اور خدا کے گھر کے

زائرین ہیں۔ وہ اور مہمانوں کی نسبت تمہاری میزبانی کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس لیے ایام حج میں ان کے کھانے پینے کے لیے کچھ مقرر کرو"۔ اس پر قریش نے سالانہ رقم مقرر کی۔ جس سے ہر سال ایام منیٰ میں غریب حاجیوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ سقایت کے لیے قصی نے چرمی حوض بنائے جو ایام حج میں کعبہ کے صحن میں رکھے جاتے تھے ان حوضوں کے بھرنے کے لیے مکہ کے کوؤں کا پانی مشکوں میں اونٹوں پر لایا جاتا تھا۔ ان مناصب کے علاوہ قریش کے باقی شرف بھی یعنی حجابت (کعبہ کی کلید برادری و تولیت) اور لواء (علم بندی) اور قیادت (امارت لشکر) قصی کے ہاتھ میں تھے۔ اور قصی ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے مزدلفہ پر روشنی کی تاکہ لوگوں کو عرفات نظر آجائے۔

قصی کے چار لڑکے (عبدالدار، عبد مناف، عبد العزیٰ، عبد) اور دو لڑکیاں (تخمر، برہ) تھیں۔ عبدالدار اگرچہ عمر میں سب سے بڑا تھا۔ مگر شرافت و وجاہت میں اپنے بھائیوں کے ہم پایہ نہ تھا۔ اور عبد مناف تو سب سے اشرف تھے یہ آنحضرت ﷺ کے جد رابع تھے۔ ان کا اصلی نام مغیرہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے نور کی جھلک ان کی پیشانی میں ایسی تھی کہ ان کو قمر البطحا (وادی مکہ کا چاند) کہا کرتے تھے۔ جب قصی بہت بوڑھے ہو گئے تو انہوں نے عبدالدار سے کہا کہ میں تجھے تیرے بھائیوں کے برابر کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر حرم شریف کے تمام مناصب اس کے سپرد کر دیئے قصی کی ہیبت کے سبب سے اس وقت کسی نے اعتراض نہ کیا۔ مگر قصی کے بعد جب عبدالدار اور عبد مناف کا بھی انتقال ہو چکا تو عبد مناف کے بیٹوں (ہاشم، عبد شمس، مطلب، نوفل) نے اپنا استحقاق ظاہر کیا اور چاہا کہ حرم شریف کے وظائف عبدالدار کی اولاد سے چھین لیں۔ اس پر قریش میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بنو اسد بن عزیٰ اور بنو زہرہ بن کلاب اور بنو تیم بن مرہ اور بنو حارث بن فہر یہ سب بنو عبد مناف کی طرف اور بنو مخزوم اور بنو سہم اور بنو جمح اور بنو عدی بن کعب دوسری طرف ہو گئے۔ بنو عبد مناف اور ان کے احلاف نے قسمیں کھا

کر معاہدہ کیا کہ ہم ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ اور یک جہتی کے اظہار کے لیے ایک پیالہ خوشبو سے بھر کر حرم شریف میں رکھا اور سب نے اس میں اپنی انگلیاں ڈبوئیں۔ اس لیے ان پانچ قبائل کو مطیبین کہتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے فریق نے باہم معاہدہ کیا اور ایک پیالہ خون سے بھر کر اس میں اپنی انگلیاں ڈبو کر چاٹ لیں۔ اس لیے ان پانچ قبائل کو لعقتہ الدام (خون کے چاٹنے والے) کہتے ہیں۔ غرض ہر دو فریق لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ مگر اس بات پر صلح ہو گئی کہ سقایت و رفادت و قیادت بنو عبد مناف کو دی جائے۔ اور حجابت ولواء و ندوہ بدستور بنو عبدالدار کے پاس رہے۔ چنانچہ ہاشم کو جو بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ سقایت و رفادت ملی۔ ہاشم کے بعد مطلب کو اور مطلب کے بعد عبدالمطلب اور عبدالمطلب کے بعد ابو طالب کو ملی اور ابو طالب نے اپنے بھائی عباس کے حوالے کر دی۔ قیادت عبد شمس کو دی گئی۔ عبد شمس کے بعد اس کے بیٹے امیہ کو پھر امیہ کے بیٹے حرب کو پھر حرب کے بیٹے ابوسفیان کو عطا ہوئی۔ اس لیے جنگ احد اور احزاب میں ابوسفیان ہی قائد تھا۔ جنگ بدر کے وقت وہ قافلہ قریش کے ساتھ تھا۔ اس لیے عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس امیر الجیش تھا۔ دارالندوہ عبدالدار کی اولاد میں رہا۔ یہاں تک کہ عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ انہوں نے اسے دارالامارات بنا لیا اور آخر کار حرم میں شامل ہو گیا۔ حجابت آج تک عبدالدار کی اولاد میں ہے۔ اور وہ بنو شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار ہیں۔ لواء بھی اسی کی اولاد میں رہا۔ چنانچہ جنگ احد میں جھنڈا ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ جب ایک قتل ہو جاتا تو دوسرا اس کی جگہ لیتا۔ اس طرح ان کی ایک جماعت قتل ہو گئی۔

ہاشم نے منصب رفادت وسقایت کو نہایت خوبی سے انجام دیا ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو صبح کے وقت کعبہ سے پشت لگا کر یوں خطاب کرتے تھے۔ ''اے قریش کے

گروہ تم خدا کے گھر کے پڑوسی ہو۔ خدا نے بنی اسمٰعیل میں سے تم کو اس کی تولیت کا شرف بخشا ہے اور تم کو اس کے پڑوس کے لیے خاص کیا ہے۔ خدا کے زائرین تمہارے پاس آرہے ہیں جو اس کے گھر کی تعظیم کرتے ہیں۔ پس وہ اس خدا کے مہمان ہیں۔ اور خدا کے مہمانوں کی میزبانی کا حق سب سے زیادہ تم پر ہے۔ اس لیے تم خدا کے مہمانوں اور اس کے گھر کے زائرین کا اکرام کرو۔ جو ہر ایک شہر سے تیروں جیسی لاغر اور سب اندام اونٹنیوں پر ژولیدہ مو اور غبار آلودہ آرہے ہیں۔ اس گھر کے رب کی قسم اگر میرے پاس اس کام کے لیے کافی سرمایہ ہوتا تو میں تمہیں تکلیف نہ دیتا میں اپنے کسب حلال کی کمائی میں سے دے رہا ہوں۔ تم میں سے بھی جو چاہے ایسا کرے۔ میں اس گھر کی حرمت کا واسطہ دے کر گزارش کرتا ہوں کہ جو شخص بیت اللہ کے زائرین کو اپنے مال سے دے، وہ بجز حلال کی کمائی کے نہ ہو"۔ اس تقریر پر قریش اپنے حلال مالوں میں سے دیا کرتے اور دار الندوہ میں جمع کر دیتے۔

ہاشم کا اصلی نام عمرو تھا۔ علو رتبہ کے سبب عمرو العلا کہلاتے تھے۔ نہایت مہمان نواز تھے، ان کا دستر خوان ہر وقت بچھا رہتا تھا۔ ایک سال قریش میں سخت قحط پڑا۔ یہ ملک شام سے خشک روٹیاں خرید کر ایام حج میں مکہ پہنچے اور روٹیوں کا چورہ کر کے اونٹوں کے گوشت کے شوربے میں ڈال کر ثرید بنایا اور لوگوں کو پیٹ بھر کر کھلایا۔ اس دن سے ان کو ہاشم (روٹیوں کا چورہ کرنے والا) کہنے لگے۔

عبد مناف کے صاحبزادوں نے قریش کی تجارت کو بہت ترقی دی اور دول خارجہ کے ساتھ تعلقات پیدا کر کے ان سے کاروان قریش کے لیے فرامین حفظ و امن حاصل کیے۔ چنانچہ ہاشم نے قیصر روم اور ملک غسان سے اور عبد شمس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی سے اور نوفل نے اکاسرہ عراق سے اور مطلب نے یمن کے شاہ حمیر سے اسی قسم کے فرمان لکھوا لیے۔ اس کے بعد ہاشم نے قریش کے لیے سال میں دو تجارتی

ہے مشرق کے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو بشارت دی۔
اسی طرح سمندروں اور دریاؤں کے جانوروں نے ایک دوسرے
کو یہ خوشخبری سنائی کہ حضرت ابو القاسم ﷺ کی ولادت
باسعادت کا وقت قریب آ گیا۔"

(زرقانی علی المواہب جلد ۱، صفحہ ۱۰۸)

فرشتوں کی مناجات:۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو فرشتوں نے مناجات کی کہ اے ہمارے رب ہمارے سردار، محمد مصطفیٰ (ﷺ) جو تیرے نبی اور تیرے حبیب ہیں یتیم ہو گئے؟ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان کا میں حافظ و ناصر اور کفیل ہوں۔ ان پر صلوٰۃ وسلام بھیجو، اور ان کے لئے برکتیں مانگو اور ان کے لئے دعائیں کرو۔

صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَلٰئِكَتِهٖ وَالنَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ
وَالصّٰلِحِيْنَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِب
بَرْكَاتُهٗ سلامه،

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی دُعا:۔

جس دن حضور اکرم ﷺ کی پیدائش ہوئی وہ بہت ہی مبارک وقت تھا۔ اس دن آفتاب (سورج) کی کرنیں خانہ کعبہ کے مقدس غلاف کو لپک لپک کر چھو رہی تھی اور اس وقت سارے لوگ اپنے اپنے گھروں میں آرام کر رہے تھے۔ ہر طرف ہو کا عالم طاری تھا یعنی چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا اور خانہ کعبہ کی سرزمین کے اندر ۳۶۵ بت ادھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے۔ ایسے میں قریش کے سردار حضور اکرم ﷺ کے دادا خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے گڑگڑا کر التجا کر رہے تھے کہ اتنے میں انہیں ایک پرمسرت

آواز آئی۔

''سردار جلدی گھر چلیے، آپ کے گھر آپ کا پوتا آیا ہے۔''

عبدالمطلب رضی اللہ عنہ خوشی سے چلائے۔

''سچ! برملا تم سچ کہہ رہے ہو، مجھے تو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آرہا۔''

''میرا پوتا، میرے عبداللہ کا بیٹا''

عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ آئی تھی، ان کا رواں رواں خوشی سے جھوم رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب، ہمارے پیارے رسول خاتم النبین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اس دنیا میں جلوہ افروز ہو گئے تھے۔ ایک ایسی مبارک ہستی جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو تخلیق فرمایا تھا۔

عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تیز تیز قدموں کے ساتھ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور ننھے حضور ﷺ کو دیکھ کر فرطِ مسرت سے جھوم جھوم اٹھے، انہوں نے پوتے کو گود میں لے کر خوب پیار اور کیا اور بوسوں کی شکل میں اپنی محبت اُن پر نچھاور کرنے لگے۔

عقیقہ کی رسم:۔

حضورِ اکرم ﷺ کی پیدائش سے حضورِ اکرم ﷺ کے دادا مبارک حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بہت ہی زیادہ خوش تھے۔ ولادت کے ساتویں روز عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا عقیقہ کیا۔ اس دن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا گھر مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

بچہ پیدا ہونے کے شکریہ میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اسے عقیقہ کہا جاتا ہے۔ عقیقہ ''عق'' سے مشتق ہے۔ لغت میں عق کا معنی چیرنا پھاڑنا ہیں۔ اصطلاح میں عقیقہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو نوزائیدہ بچے کے سر پر ہوتے ہیں ان بالوں کو عقیقہ اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ وہ بال ساتویں دن مونڈے جاتے ہیں اور اسی مناسبت سے

عقیقہ اس بکری کو بھی کہتے ہیں جو بچے کا سر مونڈنے کے وقت ذبح کی جاتی ہے۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ہاں جو مہمان آئے ہوئے تھے ان میں بڑے بڑے سردار بھی تھے، بدو بھی تھے نیز ان میں وہ قبائل بھی شامل تھے کہ جو ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے اور ایک دوسرے کو دیکھنے تک کے روادار نہ تھے یہاں تک کہ وہ جب بھی اپنے دشمنوں کو دیکھتے تو اُن کا خون کھول اٹھتا تھا۔ ان کی تلواریں ہر وقت نیام سے باہر نکلنے کے لیے بے چین رہتی تھیں لیکن اس مبارک دن وہ سب ایک ہی چھت کے تلے قیام پذیر تھے۔ حالانکہ وہ سب الگ الگ گروپوں کی صورت میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کی طرف قہر بھری نظروں سے بھی دیکھ لیتے تھے مگر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے دادا سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی شخصیت نے انہیں چھپ بیٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان میں سے کسی میں بھی یہ جرأت نہ تھی کہ وہ سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے خلاف جائے یا ان کے سامنے اونچے لہجے میں بات کرے۔ سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی عزت اور احترام ان کے دلوں میں پل رہا تھا۔ مہمانوں کی تواضع ثرید سے کی جا رہی تھی۔

حارث کی کنیزوں اور سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے غلاموں نے مہمانوں کے سامنے ثرید کے پیالے سلیقے سے چن دیے تھے۔ بکری کے شوربے میں ڈوبے ہوئی گندم کی روٹیاں ہاشمی گھرانے کا خاص پکوان تھا۔ پورے عرب میں اس ثرید کی تعریف کی جاتی تھی۔ ثرید کی مہک پورے گھر میں پھیلی ہوئی تھی اور لوگ بڑے ذوق و شوق سے ثرید کھا رہے تھے۔ اس کے علاوہ لوگوں کو ایک چیز کی کمی بڑی شدت سے محسوس ہو رہی تھی مگر کسی میں بھی اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھتے۔ آخر کار کچھ وقت کے بعد ایک عرب نوجوان حرب بن امیہ بول اٹھا کہ اس محفل میں شراب کی کمی محسوس ہو رہی ہے۔

سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مہمانوں کی تواضع کر رہے تھے اُنہوں نے حرب بن امیہ کی آواز نہ سنی۔ حرب بن امیہ نے گونجدار آواز میں سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے غلاموں سے کہا کہ شراب کہاں ہے جلدی سے شراب لے کر آؤ۔ حرب بن امیہ کی اونچی آواز سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے کانوں پر بھی پہنچ گئی انہوں نے پلٹ کر ان کی طرف دیکھا اور کہا کہ آج یہاں شراب کوئی نہیں پیئے گا۔

کسی نے پوچھا کہ کیوں عبداللہ کے بیٹے کی ولادت سے شراب ہم پر حرام ہو گئی ہے کیا؟'' اس کے جواب میں عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں مگر پھر بھی آج یہاں کوئی شراب نہیں پیئے گا۔ اب لوگوں میں اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سامنے زبان کھول سکیں البتہ وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔

جب لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو وہ سب اب حضور ﷺ کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھے وہ سوچ رہے تھے کہ اس سردار کو آخر کس نام سے پکارا جائے گا۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ کرامت ہی تھی کہ اُنہوں نے اپنی پیدائش کے وقت سارے عرب کے دشمن قبائل کو ایک چھت تلے جمع کر دیا تھا وہ قبائل جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اور جن کی پیاسی تلواریں اپنے دشمنوں کا خون پینے کے لئے تڑپ اٹھتی تھی۔

اسم ''احمد'' اور اسم ''محمد'':۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے پوتے کا نام ''محمد (ﷺ)'' رکھا جبکہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے اپنے بیٹے کا نام ''احمد (ﷺ)'' رکھا۔

قریش نے کہا ابوالحارث (ابوالحارث عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) آپ نے ایسا نام کیوں تجویز کیا جو آپ کے آباء واجداد اور آپ کی قوم میں سے اب تک کسی نے نہیں رکھا۔ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے یہ نام اس لئے رکھا کہ اللہ

آسمان میں اور اللہ کی مخلوق زمین میں اس مولود کی حمد اور ثنا کرے۔ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ کی ولادت سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ جو اس نام رکھنے کا باعث ہوا۔ وہ یہ کہ عبدالمطلب کی پشت سے ایک زنجیر ظاہر ہوئی کہ جس کی ایک جانب آسمان میں اور ایک جانب زمین میں اور ایک جانب مشرق میں اور ایک جانب مغرب میں ہے۔ کچھ دیر بعد وہ زنجیر درخت بن گئی' جس کے ہر پتہ پر ایسا نور ہیکہ جو آفتاب کے نور سے ستر درجہ زیادہ ہے۔ مشرق اور مغرب کے لوگ اس کی شاخوں سے لپٹے ہوئے ہیں۔ قریش میں سے بھی کچھ لوگ اس کی شاخوں کو پکڑے ہوئے ہیں اور قریش میں سے کچھ لوگ ان کے کاٹنے کا ارادہ کرتے ہیں' یہ لوگ جب اس ارادے سے اس درخت کے قریب آنا چاہتے ہیں تو ایک نہایت حسین وجمیل جوان ان کو ہٹا دیتا ہے۔ معبرین نے عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ تمہاری نسل سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک لوگ اس کی اتباع کریں گے اور آسمان اور زمین والے اس کی حمد و ثنا کریں گے۔ اس وجہ سے عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ کا نام ''محمد'' رکھا۔ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو اس خواب سے ''محمد'' نام رکھنے کا خیال پیدا ہوا۔

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آپ ﷺ کا نام ''احمد'' رکھا۔ بریدہ اور ابن عباس کی روایت میں یہ ہے کہ محمد اور احمد رکھنا۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ شفا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہے کہ وہ فرماتی تھیں کہ میں نے خواب میں کسی کو کہتے سنا جبکہ چھ ماہ کی حاملہ تھی اس نے مجھ سے کہا اے آمنہ تم سارے جہان سے افضل کی حاملہ ہو جب تم سے وہ پیدا ہو تو اس کا نام ''محمد'' رکھنا اور اپنے حال کو پنہاں رکھنا۔ اس روایت سے ظاہر ومعلوم ہوتا ہے کہ ''محمد'' نام رکھنا آمنہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے ہوگا حالانکہ دوسری حدیث

میں آیا ہے کہ یہ نام حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رکھا ہے تو ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

غرض یہ کہ سحائب الہام کے تقاطر اور رویائے صالحہ کے تواتر نے ماں اور دادا' احباب اور اقارب' یگانہ اور بیگانہ سب ہی کی زبان سے وہ نام تجویز کرادیئے کہ جس نام سے انبیاء و مرسلین اس نبی امی فداہ نفسی وابی وامی کی بشارت دیتے چلے آ رہے تھے۔

جس طرح حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا تمام بیٹوں میں سے صرف آپ ﷺ کے والد ماجد کا ایسا نام تجویز کرنا کہ جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو یعنی عبداللہ نام رکھنا' یہ القاء ربانی تھا اسی طرح آپ کا نام مبارک محمد اور احمد رکھنا یہ بھی بلاشبہ الہام رحمانی تھا جیسا کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں ابن فارس وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کے گھر والوں کو الہام فرمایا' اس لئے یہ نام رکھا۔

اور یہی دو نام حق جل شانہٗ نے قرآن کریم میں ذکر فرمائے ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًام بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْم بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ

''محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جس وقت کہ عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں' توریت کا تصدیق کرنے والا جو مجھ سے پہلے نازل ہو چکی ہے اور اپنے بعد ایک آنے والے رسول کی بشارت دینے والا جن کا نام احمد (ﷺ) ہوگا''۔

محمد کا اصل مادہ حمد ہے۔ حمد اصل میں کسی کے اخلاقِ حمیدۂ اوصافِ پسندیدۂ کمالاتِ اصلیہ فضائل حقیقیہ اور محاسن واقعیہ کو محبت اور عظمت کے ساتھ بیان کرنے کو کہتے ہیں اور تحمید جس سے محمد مشتق ہے وہ باب تفعیل کا مصدر ہے۔ جس کی وضع ہی مبالغہ اور تکرار کے لئے ہوئی ہے۔ لہٰذا لفظ محمد جو تحمید کا اسم مفعول ہے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ ذات ستودہ صفات کہ جن کے واقعی اور اصلی کمالات اور محاسن کو محبت اور عظمت کے ساتھ کثرت سے بار بار بیان کیا جائے۔

اللّٰھم صل علی محمد وعلی آلہ و صحبہ و بارك وسلم

بعض کہتے ہیں کہ محمد کے معنی یہ ہیں کہ جس میں خصائلِ حمیدہ اور اوصافِ محمودہ علیٰ وجہ الکمال پائے جاتے ہوں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تاریخ صغیر میں فرماتے ہیں کہ علی بن زید سے مروی ہے کہ ابوطالب یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

و شق له من اسمه ليجله

فذوا العرش محمود و هذا محمد

یہ شعر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے دیوان میں بھی مذکور ہے۔ ممکن ہے کہ توارد ہو یا حضرت حسان نے ابوطالب کے اس شعر پر تضمین کی ہو۔ واللہ اعلم۔ احمد اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ بعض کے نزدیک اسم مفعول کے معنی میں ہے اور بعض کے نزدیک اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ اگر اسم مفعول کے معنی لئے جائیں تو احمد کے یہ معنی ہوں گے سب سے زائد ستودہ تو بیشک مخلوق میں آپ سے زائد کوئی ستودہ نہیں اور نہ آپ سے بڑھ کر کوئی سراہا گیا۔

اگر اسم فاعل کے معنی میں لیا جائے تو احمد کے یہ معنی ہوں گے کہ مخلوق میں سب سے زیادہ خدا کی حمد اور ستائش کرنے والے۔ یہ بھی نہایت صحیح اور درست ہے۔ دنیا میں آپ نے اور آپ کی امت نے خدا کی وہ حمد وثنا کی جو کسی نے نہیں کی

اسی وجہ سے انبیاء سابقین نے آپ کے وجود باجود کی بشارت لفظ احمد کے ساتھ اور آپ کی امت کی بشارت حمادین کے لقب سے دی ہے جو نہایت درست ہے اور اللہ نے آپ کو سورۃ الحمد عطا کی اور کھانے اور پینے اور سفر سے واپس آنے کے بعد اور ہر دعا کے بعد آپ اور آپ کی امت کو حمد اور ثنا پڑھنے کا حکم دیا اور آخرت میں بوقتِ شفاعت آپ پر من جانب اللہ وہ محامد اور خدا کی وہ تعریفیں منکشف ہوں گی کہ جو نہ کسی نبی مرسل پر اور نہ کسی ملک منزل پر منکشف ہوئیں۔ اسی وجہ سے قیامت کے دن آپ کو مقام محمود اور لواء حمد عطا ہوگا' اس وقت تمام اولین و آخرین جو میدان حشر میں جمع ہوں گے وہ آپ کی حمد اور ثنا کریں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حمد کے تمام معانی اور انواع و اقسام آپ کے لئے خاص کر دیئے گئے۔ کلماتِ الٰہیہ اور ارشاداتِ نبویہ میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی حمد اور ثنا ہر کام کے ختم کے بعد پسندیدہ اور مستحسن ہے۔

وَقُضِیَ بَیْنَھُمْ بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (زمر:۷۵)

''ان کے درمیان حق کا فیصلہ کر دیا گیا ہے اور کہا گیا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

وَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (یونس:۱۰)

''اہل جنت کی آخری دعا یہ ہوگی الحمد للہ رب العالمین''

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام:۴۵)

''ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

کُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّکُمْ وَاشْکُرُوْا لَہٗ (سبا:۱۵)

سفر مقرر کیے اس لیے قریش موسم سرما میں یمن وحبشہ میں اور گرما میں عراق وشام میں جاتے اور ایشیائے کوچک کے مشہور شہر انقرہ (انگورہ) تک پہنچ جاتے۔

ہاشم کی پیشانی میں نور محمدی چمک رہا تھا۔ احبار میں سے جو آپ کو دیکھتا آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا۔ قبائل عرب و احبار میں سے آپ کو شادی کے پیام آتے مگر آپ انکار کر دیتے۔ ایک دفعہ بغرض تجارت آپ ملک شام کو گئے۔ راستے مین مدینہ میں بنو عدی بن نجار میں سے ایک شخص عمرو بن زید بن لبید خزرجی کے ہاں ٹھہرے۔ اس کی صاحبزادی سلمٰی حسن وصورت وشرافت میں اپنی قوم کی تمام عورتوں میں ممتاز تھی۔ آپ نے اس سے شادی کر لی۔ مگر عمرو نے ہاشم سے یہ عہد لیا کہ سلمٰی (۱) جو اولاد جنے گی وہ اپنے میکے میں جنے گی۔ شادی کے بعد ہاشم شام کو چلے گئے۔ جب واپس آئے تو سلمٰی کو اپنے ساتھ مکہ میں لے آئے۔ حمل کے آثار بخوبی محسوس ہوئے تو سلمٰی کو مدینہ میں چھوڑ کر آپ شام کو چلے گئے۔ اور وہیں غزوہ میں پچیس سال کی عمر میں انتقال کیا اور غزہ ہی میں دفن ہوئے۔ سلمٰی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کے سر میں کچھ سفید بال تھے۔ اس لیے اس کا نام شیبہ رکھا گیا۔ اور شیبۃ الحمد بھی کہتے تھے۔ حمد کی نسبت اس کی طرف اس امید پر کی گئی کہ اس سے افعال نیک سرزد ہوں گے۔ جس کے سبب سے لوگ اس کی تعریف کیا کریں گے شیبہ سات یا آٹھ سال مدینہ ہی میں رہے۔ پھر مطلب کو خبر لگی تو بھتیجے کو لینے کے لیے مدینہ میں پہنچے۔ جب مدینہ سے واپس آئے تو شیبہ کو اپنے پیچھے اونٹ پر سوار کر لیا۔ شیبہ کے کپڑے پھٹے پرانے تھے۔ جب چاشت کے وقت مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے مطلب سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ مطلب نے کہا یہ میرا عبد (غلام) ہے۔ اس وجہ سے شیبہ کو عبدالمطلب کہنے لگے۔ وجہ تسمیہ میں بعضوں نے اور قول بھی نقل کیے ہیں۔

مطلب کے بعد اہل مکہ کی ریاست عبدالمطلب کو ملی اور رفادت وسقایت ان

کے حوالہ ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کا نور ان کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔ ان سے کستوری کی سی خوشبو آتی تھی۔ جب قریش کو کوئی حادثہ پیش آتا تو عبدالمطلب کو کوہ شیبہ پر لے جاتے اور ان کے وسیلہ سے بارگاہ رب العزت میں دعا مانگتے۔ اور ایام قحط میں ان کے واسطے سے طلب باراں کرتے اور وہ دعا قبول ہوتی۔ عبدالمطلب پہلے شخص ہیں جو تحنث کیا کرتے تھے۔ یعنی ہر سال ماہ رمضان میں کوہ حرام میں جا کر خدا کے گیان دھیان میں گوشہ نشین رہا کرتے۔ وہ موحد تھے۔ شراب و زنا کو حرام جانتے تھے۔ نکاح محارم سے اور بحالت برہنگی طواف کعبہ سے منع کرتے۔ لڑکیوں کے قتل سے روکتے۔ چور کا ہاتھ کاٹ دیتے۔ بڑے مستجاب الدعوات اور فیاض تھے اپنے دستر خوان سے پہاڑیوں کی چوٹیوں پر پرند چرند کو کھلایا کرتے تھے۔ اس لیے انہیں مطعم الطیر (پرندوں کو کھلانے والے) یہ سب کچھ نور محمدی ﷺ کی برکت سے تھا۔

عبدالمطلب نے چاہ زمزم کو نئے سرے سے کھدوا کر درست کیا۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ حضرت اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کعبہ کی تولیت نابت بن اسمٰعیل کے سپرد ہوئی نابت کے بعد نابت کا نانا مضاض بن عمرو جرہمی متولی ہوا۔ جب بنو جرہم حرم شریف کی بے حرمتی کرنے اور کعبہ کے مال اپنے خرچ میں لانے لگے تو بنو بکر بن عبد مناف بن کنانہ اور غبشان خزاعی نے ان کو مکہ سے یمن کی طرف نکال دیا۔ اس وقت سے خزاعہ متولی ہوئے۔ خزاعہ میں سے اخیر متولی حلیل بن حبشیہ تھا۔ جس کے بعد تولیت قصی کے ہاتھ آئی جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ عمرو بن حارث بن مضاض جرہمی نے جاتے وقت کعبہ کے ہر دو غزال طلائی اور حجر رکن کو زمزم میں ڈال کر اسے ایسا بند کر دیا تھا کہ مدت گزرنے پر کسی کو اس کا نشان تک معلوم نہ رہا۔ آخر کار عبدالمطلب کو خواب میں اس کے کھودنے کا اشارہ ہوا۔ عبدالمطلب کے ہاں اس وقت صرف ایک صاحبزادہ حارث تھا۔ اسی کو ساتھ لے کر کھودنے لگے۔ جب کوئیں کا بالائی حصہ نظر آیا تو خوشی میں

تکبیر کہی۔ کھودتے کھودتے ہر دو غزال اور کچھ تلواریں اور زرہیں برآمد ہوئیں۔ یہ دیکھ کر قریش نے کہا کہ اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ عبدالمطلب نے بجائے مقابلہ کے اس معاملہ کو قرعہ اندازی پر چھوڑا چنانچہ ہر دو غزال کا قرعہ کعبہ پر اور تلواروں اور زرہوں کا قرعہ عبدالمطلب پر پڑا اور قریش کے نام کچھ نہ نکلا۔ اس طرح عبدالمطلب نے زمزم کو کھود کر درست کیا۔ اس وقت سے زمزم کا پانی حاجیوں کے کام آنے لگا۔ اور مکہ کے کنوؤں کے پانی کی ضرورت نہ رہی۔

زمزم کے کھودنے میں عبدالمطلب نے اپنے معاونین کی قلت محسوس کر کے یہ منت مانی تھی کہ اگر میں اپنے سامنے دس بیٹوں کو جوان دیکھ لوں۔ تو ان میں سے ایک کو خدا کی راہ میں قربان کروں گا۔ جب مراد بر آئی تو ایفائے نذر کے لیے دسوں بیٹوں کو لے کر کعبہ میں آئے۔ اور پجاری سے اپنی نذر کا حال بیان کیا اور کہا کہ ان دسوں پر قرعہ ڈالو دیکھو کس کا نام نکلتا ہے۔ چنانچہ ہر ایک نے اپنے اپنے نام کا قرعہ دیا۔ ایک طرف پجاری قرعہ نکال رہا تھا۔ دوسری طرف عبدالمطلب یوں دعا کر رہے تھے۔ "یا اللہ میں نے ان میں سے ایک کی قربانی کی منت مانی تھی اب میں ان پر قرعہ اندازی کرتا ہوں تو جسے چاہتا ہے اس کا نام نکال"۔ اتفاق سے عبداللہ کا نام نکلا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور عبدالمطلب کو سب بیٹوں میں پیارے تھے۔ عبدالمطلب چھری ہاتھ میں لے کر ان کو قربان گاہ کی طرف لے چلے۔ مگر قریش اور عبداللہ کے بھائی مانع ہوئے۔ آخر کار عبداللہ اور دس اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا اتفاق یہ کہ عبداللہ ہی کے نام پر قرعہ نکلا۔ پھر عبداللہ اور بیس اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا مگر نتیجہ وہی نکلا۔ بڑھاتے بڑھاتے سو اونٹوں پر نوبت پہنچی تو قرعہ اونٹوں پر نکلا۔ چنانچہ عبدالمطلب نے سو اونٹ قربانی کیے، اور عبداللہ بچ گئے۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا ابن الذبیحین یعنی میں دو ذبیح (اسمٰعیل و عبداللہ) کا بیٹا ہوں۔

جب عبدالمطلب اونٹوں کی قربانی سے فارغ ہوئے تو عبداللہ کی شادی کی فکر ہوئی۔ عبداللہ نورِ محمدی کے سبب کمال حسن و جمال رکھتے تھے۔ قضیہ ذبح سے اور مشہور ہو گئے۔ قریش کی عورتیں ان کی طرف مائل تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو پردہ عفت و عصمت میں محفوظ رکھا۔ عبدالمطلب ان کے لیے ایسی عورت کی تلاش میں تھے جو شرف نسب و حسب و عفت میں ممتا ہو۔ اس لیے وہ ان کو بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ کے ہاں لے گئے۔ وہب کی بیٹی آمنہ زہریہ قرشیہ نسب و شرف میں قریش کی تمام عورتوں سے افضل تھیں عبدالمطلب نے وہب کو عبداللہ کی شادی کا پیغام دیا۔ اور وہیں عقد ہو گیا (۱)۔ بعضے کہتے ہیں کہ آمنہ اپنے چچا وہیب کے پاس رہتی تھیں۔ عبدالمطلب نے وہیب کو پیغام دیا اور نکاح ہو گیا اور اسی مجلس میں خود عبدالمطلب نے وہیب کی صاحب زادی ہالہ سے شادی کی۔

جب نورِ محمدی حضرت آمنہ کے رحم مبارک میں منتقل ہو گیا تو کئی عجائبات ظہور میں آئے۔ اس سال قریش میں سخت قحط سالی تھی۔ اس نور کی برکت سے زمین پر جا بجا روئیدگی کی مخملی چادر نظر آنے لگی۔ درختوں نے اپنے پھل جھکا دیے اور مکہ میں اس قدر فراخ سالی ہوئی کہ اس سال کو سَنَۃُ الفَتْحِ وَالابتہاج کہنے لگے۔ قریش کا ہر ایک چار پایہ فصیح عربی زبان میں حضرت آمنہ کے حمل کی خبر دینے لگا۔ بادشاہ کے تخت اور بت اوندھے گر پڑے۔ مشرق و مغرب کے وحشی چرند پرند اور دریائی جانوروں نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی۔ جن پکار اٹھے کہ حضرت کا زمانہ قریب آ گیا۔ کہانت کی آبرو جاتی رہی اور رہبانیت پر خوف طاری ہوا۔ حضرت کی والدہ ماجدہ نے خواب میں سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے ”تیرے پیٹ میں جہان کا سردار ہے۔ جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد رکھنا“۔

رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی شب

ہونے والے چند اہم واقعات

بت کا اوندھے منہ گرنا:۔

اہل قریش کا ایک بت تھا وہ ہر سال اس بت کے نزدیک آتے۔ عید اور جشن مناتے اس کے سامنے اعتکاف کرتے تھے۔ ایک رات اہل قریش نے دیکھا کہ وہ بت زمین پر اوندھا پڑا ہوا ہے انہوں نے اسے اٹھا کر اپنی جگہ کھڑا کیا مگر وہ دوبارہ گر پڑا پھر کھڑا کیا پھر گر پڑا جب انہوں نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو وہ بہت غمگین و ملول ہوئے اور اسے اپنی جگہ مضبوط کر کے باندھ دیا اس وقت اس بت کے خول سے یہ آواز سنی وہ کہہ رہا تھا۔

تردیب مولودٍ اضائت بنورہ
جمیع فجاج الارض بالشرقِ والغرب
و خرت لہ الاوثان طرًا و رعدت
قلوب ملوک الارض جمعًا من الرعب

''یعنی مولود کو چار اڑھائی جس کے نور کی شعاعوں سے زمین کے

مشارق و مغارب کی راہیں روشن ہو گئیں۔ اور اس کی حرارت سے
تمام بت گر پڑے، اور اس کے رعب و دبدبہ سے زمین کے
بادشاہوں کے دل دہل گئے۔"

یہ واقعہ حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت کا ہے۔

تمام جہانوں کے سردار کی ماں:۔

حضرت ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وھب رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ کوئی انہیں کہہ رہا ہے کہ تم سب مخلوق خدا سے بہتر اور تمام جہانوں کے سردار کی ماں بننے والی ہو۔

فاذا ولدته فسميه محمدًا واحمد○

"جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد اور احمد ﷺ رکھنا اور ان
کے گلے میں یہ تعویذ ڈال دینا۔"

جب آپ خواب سے بیدار ہوئیں تو اپنے سر کے قریب سنہری حروف سے لکھی ہوئی یہ تحریر موجود پائی۔

اعيذه بالواحد
من شر كل حاسد
وكل خلقٍ رائد
من قائمٍ و قاعد
عن السبيل عائد
على الفساد جاهد
من نافثٍ او عاقد
وكل خلقٍ مارد

یاخذ بالمراصد

فی طرق الموارد

''میں پناہ مانگتا ہوں وحدہ لاشریک کی ہر حاسد کے شر سے ہر بھٹکی مخلوق سے' کھڑی ہو یا بیٹھی ہوئی' جو سیدھی راہ سے ہٹی ہوئی ہے اور فساد کے لئے کوشاں ہے اور پناہ مانگتا ہوں ہر پھونکنے اور گرہ لگانے والے سے اور مردود مخلوق سے جو لوگوں کی گذرگاہوں پر گھات لگائے بیٹھتی ہے۔ آگے یہ لکھا تھا کہ میں اس بچے کو خدائے برتر کی پناہ میں دیتا ہوں اور اسی کے دست زبردست ونہاں کے حوالے کرتا ہوں۔ دست خدا ان پر غالب ہے اور پردۂ الٰہی ان کے آگے ہے تو تا ابد کسی حال میں انہیں نقصان نہ پہنچے گا۔''

ستاروں کی سلامی:۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو میری والدہ نے بتایا کہ جب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے تو اس وقت میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہی موجود تھیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت آسمان سے ستارے جھکنے لگے یہاں تک کہ مجھ کو گمان ہوا کہ یہ کہیں مجھ پر نہ آ گریں۔

قالت فجعلت انظر الی النجوم تدلی حتی قلت لتقعن علی فلما وضعت خرج منها نورٌ اضاء لہٗ البیت والدار حتی جعلت لا اری الا نوراo

ترجمہ: ''میں دیکھ رہی تھی کہ ستارے جھکنے لگے (یعنی سلامی دینے لگے) یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ یہ مجھ پر آ

گریں گے جب ولادت ہوئی تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے وہ
نور نکلا جس نے درودیوار کو جگمگا دیا۔ اور مجھے ہر طرف نور ہی
نور نظر آنے لگا۔

نور سے ساری زمین کا روشن ہونا:۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بنو سعد بن بکر میں دودھ پی رہے تھے یعنی جب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں زیر پرورش تھے آپ ﷺ کی والدہ نے آپ کو دودھ پلانے والی عورت سے کہا اس بچے کا خیال رکھنا اور اس کے بارہ میں کسی کاہن وغیرہ سے سوال کرنا۔ کیونکہ جب یہ تولد ہوا تو میں نے دیکھا کہ:

کانہٗ خرج منی شھابٌ اضاءت لہٗ الارض کلھاo

گویا مجھ سے نور نکلا جس سے ساری زمین روشن ہو گئی اور میں نے شام کے محلات دیکھ لئے۔

ایک دن آپ ﷺ کی دایہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر کہیں جا رہی تھیں عرب کی ایک منڈی ذی المجاز میں پہنچیں تو وہاں ایک کاہن کو دیکھا جس سے لوگ سوالات کر رہے تھے انہوں نے خیال کیا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے حسب حکم اس سے سوال کرنا چاہیے آپ رضی اللہ عنہا اس کے پاس آئیں۔ جب کاہن نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو آپ کے دونوں بازو پکڑ لئے اور بولا اے قوم اس بچے کو قتل کر دو! قتل کر دو! اے قوم اسے مار دو اسے مار دو! حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں اس کاہن پر جھپٹ پڑی اور بچے کے بازو پکڑ لیے اور مدد کے لئے پکارا اتنے میں کچھ لوگ آ گئے جو ہمارے ساتھ آئے تھے اور ہم نے کوشش کر کے اس سے بچہ چھڑوا لیا اور لے کر وہاں سے چل دیئے۔

پیدائش کے وقت آپ ﷺ کی آنکھیں آسمان پر لگی ہوئی:۔

حضرت داؤد بن ابی ھند سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ابھی رحم مادر میں تھے کہ آپ کے والد فوت ہو گئے جب آپ کا تولد ہوا تو ایک زبردست نور چمکا پیدا ہوتے ہی آپ دونوں ہاتھوں سے زمین کو تھام کر بیٹھ گئے اور آنکھیں آسمان کی طرف گاڑ دیں پھر گھر والوں نے آپ پر ایک بڑی ہنڈیا رکھ دی مگر کچھ ہی دیر بعد وہ دو ٹکڑے ہو گئی۔

ولادت کے وقت عبدالمطلب کا آپ ﷺ کے ماتھے کو بوسہ دینا:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ابو طالب سے سنا وہ بتاتے تھے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو وضع فرمایا تو حضرت عبد المطلب آئے آپ ﷺ کو اٹھایا ماتھے پر بوسہ دیا اور ابو طالب نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ کے حوالے کرتے ہوئے کہا یہ تمہارے پاس میری امانت ہے میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہو گی پھر حضرت عبد المطلب نے اونٹ اور بکریاں ذبح کروائیں تمام اہل مکہ کی تین دن دعوت کی پھر مکہ مکرمہ کی طرف آنے والے ہر راستہ پر اونٹ ذبح کروا کے رکھ دیئے جہاں سے تمام انسانوں جانوروں اور پرندوں کو گوشت لینے کی اجازت تھی۔

ہر طرف نور ہی نور ہو گیا:۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور نبی کریم ﷺ بچپن میں اکٹھے کھیلا کرتے تھے میری والدہ شفا بنت عمرو بن عوف ہمیں بتلاتی تھیں کہ جب حضرت سیدنا آمنہ رضی اللہ عنہا نے محمد ﷺ کو تولید کیا تو آپ ﷺ میرے ہاتھوں پر تشریف لائے گریہ کیا تو میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا اللہ آ[illegible] رسالت۔

کرے۔ شفا کہتی ہیں۔

فاضآء لی مابین المشرق والمغرب حتی نظرت الٰی بعض قصور الشام○

''اس وقت مجھ پر مشرق سے مغرب تک سارا جہان روشن ہو گیا اور میں نے شام کے بعض محلات دیکھ لئے۔''

پھر میں نے آپ ﷺ کو لباس پہنایا اور بستر پر لٹا دیا کچھ ہی لمحوں بعد مجھ پر تاریکی اور رعب وخوف طاری ہوا پھر میری دائیں طرف روشنی ہوئی میں نے سنا کوئی پوچھ رہا تھا تم انہیں کہاں لے گئے تھے؟ جواب دینے والے نے کہا مغرب میں لے گیا تھا فرماتی ہیں پھر مجھ پر بائیں طرف سے تاریکی اور رعب طاری ہوا پھر روشنی ہوئی اور میں نے کسی کی آواز سنی تم انہیں کہاں لے گئے تھے؟ کہا مشرق میں لے گیا تھا اب انکا ذکر وہاں سے کبھی نہیں ختم ہوگا۔

فرماتی ہیں یہ واقعہ ہمیشہ میرے دل میں تازہ رہا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو میں سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھی۔

کسریٰ کے محل کے کنگروں کا گرنا اور آتش کدہ کا بجھنا:۔

ھانی مخزومی جس کی عمر ڈیڑھ سو سال تھی ان کے بیٹے مخزوم بن ھانی نے روایت کی ہے کہ جس رات رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔

ارتجس ایوان کسریٰ وسقطت منہ اربعۃ عشر شرافہ•

''کسریٰ کا محل ہل اٹھا اور اس کے چودہ برج (مینارے) گر گئے۔''

وخمدت نار فارس ولم تخمد قبل ذلك بالف عام•

آتش کدہ ایران سرد ہو گیا جو ایک ہزار سال سے مسلسل دھک رہا تھا' دریائے ساوہ خشک ہو گیا اور مجوسی عالم موبذان نے خواب میں دیکھا کہ طاقت ور اونٹ عربی گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے لائے اور دریائے دجلہ عبور کرتے ہوئے انہیں علاقہ فارس (ایران) میں پھیلا دیا۔

صبح ہونے پر کسریٰ شاہ ایران بڑا پریشان تھا مگر اس نے صبر کیا اور خیال کیا کہ اس بارہ میں اپنے وزراء و مشیرین سے مشورہ کرنا چاہئے اس نے تاج پہنا اور اپنے تخت پر بیٹھتے ہی موبذان کو بلا لیا۔ اور کہا موبذان! آج رات میرے محل کے چودہ برج گر گئے ہیں اور ہزار سال سے مسلسل دیکھنے والا آتش کدہ فارس بجھ گیا ہے۔

موبذان کہنے لگا اے بادشاہ! میں نے آج خواب دیکھا ہے کہ کچھ طاقتور اونٹ عربی گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے لائے اور دجلہ عبور کروا کر انہیں ہمارے فارس میں پھیلا دیا۔ شاہ نے کہا۔ اب بتلاؤ موبذان کیا کیا جائے وہ علم میں ان سب کا امام تھا کہنے لگا عرب میں کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ کسریٰ نے اسی وقت یہ نامہ لکھوایا۔

"شاہ شاہان کسریٰ کی طرف سے نعمان منذر کی طرف حکم یہ ہے کہ میری طرف ایک عربی شخص بھیجا جائے جو میرے سوالات کا جواب دے سکے۔"

نعمان نے فوراً عبدالمسیح بن حبان بن نفیلہ کو بھیج دیا۔ شاہ ایران نے پوچھا اے عبدالمسیح! کیا تمہارے پاس میرے سوالات کا جواب ہے اس نے کہا اگر مجھے علم ہوا تو جواب دوں گا ورنہ کسی علم والے کا راستہ بتلاؤں گا جو جواب دے سکے۔ بادشاہ نے اسے سارا ماجرا سنایا۔ اس نے کہا کہ اس کا علم تو میرے ماموں کے پاس ہے جو شام کے کسی پہاڑ میں رہتا ہے جسے "سطیح" کہتے ہیں۔

بادشاہ نے کہا اچھا اس کے پاس جاؤ اور جو کچھ وہ بتلائے فوراً واپس آ کر مجھے

اس سے آگاہ کرو۔ عبد المسیح روانہ ہو کر سطیح کے پاس پہنچا۔ جب کہ وہ موت کے سانس لے رہا تھا۔ اس نے سلام کیا اور بادشاہ کی طرف سے نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔ مگر سطیح نے کوئی جواب نہ دیا۔ عبد المسیح کہنے لگا۔

اصم ام یسمع غلریف الیمن• ام فاز فاز ام بہٖ ساف العنن
یافصل الخطة اعیت من فتن• وامہٗ من آل ذئب بن حجن
تحملہٗ وجناء تھوی من وجن• حتٰی اتی عاری الجاجی
والقطن اصلث مھم الناب صراد الاذن•

''یمن کا سردار بہرہ ہے یا سن رہا ہے۔ یا اس پر موت کا فرشتہ غالب آ گیا ہے۔ اے مشکل حل کرنے والے وہ مشکل جس نے ایک فتنہ زدہ انسان کو تھکا دیا (مراد خود متکلم ہے) جس کی ماں آل ذئب بن حجن سے ہے۔ اور اسے ایک طاقتور اونٹنی اُٹھا لائی ہے۔ اور وہ ایسے شخص (سطیح) کے پاس آیا ہے جو کھوپڑی اور نچلے دھڑے سے عاری ہے۔ اب تو مضبوط دانت کانوں کی بلند جگہ پر مار دے (یعنی مجھے میری بات کا جواب دے دے)۔''

سطیح نے یہ سن کر سر اُٹھایا۔ اور کہنے لگا سطیح کے پاس عبد المسیح آیا ہے۔ جب نے والا ہے۔ تجھے شاہ ساسان نے اس لئے بھیجا ہے کہ اس کا ایوان لرز اُٹھا۔ ہو گیا۔ اور موبذان نے خواب میں دیکھا کہ کچھ طاقتور اونٹ عربی گھوڑوں ہوئے لائے اور دجلہ عبور کروا کر بلاد فارس میں انہیں پھیلا دیا۔

اے عبد المسیح! جب تک تلاوت قرآن ہونے لگے دریائے ساوہ خشک ہو صاحب عصاء) (صاحب شریعت نبی ﷺ) ظاہر ہو جائیں اور وادی سماوہ پہ

پڑے۔ تو پھر سطیح کے لئے شام جائے قرار نہ رہے گا ان ساسانیوں (شاہان فارس) سے اتنے ہی مرد اور عورتیں تخت حکومت سنبھالیں گی جتنے ساسانی بادشاہ کے برج گرے ہیں اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

یہ کہہ کر سطیح مر گیا اور عبدالمسیح نے اس کے پاس کھڑے ہو کر چند اشعار کہے اور واپس آ کر کسریٰ کو سارا ماجرا سنایا کسریٰ نے کہا ہم میں سے چودہ بادشاہوں کے گزرنے تک کچھ کا کچھ ہو چکا ہو گا (اس لئے کوئی فکر والی بات نہیں) کہتے ہیں پھر صرف چار برس میں ان کے دس بادشاہ گزر گئے اور باقی بھی یوں ہی جلد ختم ہو گئے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کسریٰ پر آپ کے متعلق اللہ نے کون سی دلیل ظاہر فرمائی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جس نے اس کے گھر کی دیوار میں ایک سوراخ سے اندر ہاتھ ڈالا جس سے سارا گھر نور سے بھر گیا۔ کسریٰ یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ فرشتے نے کہا خوف نہ کرو کسریٰ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے اور اس پر کتاب اُتاری ہے تم اس کی پیروی کرو۔ دنیا و آخرت میں سلامتی پاؤ گے۔ کہنے لگا دیکھوں گا۔

(دلائل نبوت)

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی خوش قسمتی

پیدائش کے وقت پہلی بات:۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

''حضور ﷺ کی ولادت کے وقت میرے ساتھ اُس وقت حضرت حوا علیہا السلام، حضرت ہاجرہ، حضرت زلیخا اور حضرت آسیہ موجود تھیں۔ ان چاروں نے حضور ﷺ کو ایک زریں طشت پر آبِ کوثر سے نہلایا اور سر مبارک پر سبز کپڑا باندھ کر عطرِ بہشت مل دیا اور میری گود میں لٹا دیا تو اس وقت حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور کہا:

رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ

''اے میرے رب! میری اُمت کو میرے واسطے بخش دے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میں نے تیری اُمت کو تیری بلند ہمتی کی وجہ سے بخش دیا۔''

پھر فرشتوں سے کہا:

''گواہ رہنا کہ میرا پیارا حبیب ﷺ اپنی ولادت کے وقت بھی اپنی امت کو نہیں بھولا تو قیامت کے دن کس طرح بھول سکے گا۔''

دنیا میں آمد:-

جب آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تو اُس وقت عرب کی سیاسی حالت یہ تھی کہ مشرق میں خلیج فارس اور بحر عمان، جنوب میں بحر عرب یا بحر ہند، مغرب میں بحر قلزم اور نہر سویز، شمال میں ملک شام، ملک شام و ملک عرب کا رقبہ بارہ تیرہ لاکھ میل مربع ہے جس میں چار پانچ لاکھ میل مربع کے قریب خالص ریگستانی اور غیر آباد رقبے شامل ہیں۔ سب سے مشہور ریگستان ربع خالی کے نام سے موسوم ہے جس کا رقبہ ڈھائی لاکھ میل مربع ہے اور وسط عرب میں مائل بجنوب و مشرق واقع ہے، اس ریگستان عظیم کے شمال میں الحسا یا بحرین کا صوبہ ہے جو خلیج فارس کے ساحل پر واقع ہے۔ عرب کا ملک اندرونی لحاظ سے اگرچہ آزاد تھا لیکن ہر سلطنت اس پر قبضہ کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی تھی۔

ملک عرب میں کوئی مشہور اور قابل تذکرہ دریا یا ندی نہیں ہے قریباً تمام ملک خشک ریگستانی اور بنجر زمین پر مشتمل ہے۔ ملک عرب میں جا بجا پہاڑوں کے سلسلے بھی واقع ہیں لیکن کوئی پہاڑ سرسبز و شاداب نہیں۔ اونٹ اس ملک میں بڑا کار آمد جانور ہے' سینکڑوں کوس مسافر کو پانی کا نام و نشان تک نہیں ملتا' اونٹ ریگستانی جہاز ہے اسی پر بڑے بڑے سفر طے کیے جاتے ہیں' کھجور کے سوا کوئی قابل تذکرہ پیداوار نہیں۔ اس ملک کے باشندے اونٹ کے دودھ اور کھجور کے پھل پر اپنی گزر کر لیتے ہیں ملک کی آبادی کا ایک بڑا حصہ خانہ بدوشی کی حالت میں زندگی بسر کرتا ہے اور بہت ہی تھوڑے لوگ تھے جو قصبوں اور آبادیوں میں مستقل سکونت رکھتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے تقریباً اہل عرب کے مذہب و دین کی یہ حالت تھی کہ بعض قبائل نہ خالق کے قائل تھے نہ جزا و سزا کے، بعض خالق کو مانتے تھے لیکن جزا و سزا اور قیامت کے منکر تھے۔ زیادہ تعداد بت پرستی اور ستارہ

نویسیوں کی تھی۔ مختلف قبائل میں آتش پرستی بھی رائج تھی۔ خانہ کعبہ کو بت پرستی کا مرکز بنا رکھا تھا اور خانہ کعبہ میں اُس وقت ۳۶۰ بت تھے۔ عربوں کی زبوں حالت یہ تھی کہ ہر طرف شراب، جوا، سود، زنا، رہزنی اور بے حیائی و فحاشی کا دور دورہ تھا۔

اہل عرب اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بجائے ان بتوں کو پوجا کرتے تھے جو خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے۔ مختلف علاقوں سے ہزاروں کی تعداد میں عورتیں، بچے اور مرد یہاں جمع ہوتے اور برہنہ ہو کر ان بتوں کا طواف کرتے اور سجدے کرتے تھے۔ کس قدر جہالت کی انتہا تھی کہ وہ لوگ ایک اکیلے "اللہ" کو چھوڑ کر مرد، عورت، شیر، گھوڑے اور گدھ کی صورتوں والے بتوں کی پوجا کرتے تھے جن کو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہوا تھا۔ بت پرست لوگ جب حج کو آتے تو قربانی کے لیے اونٹ بھی لاتے جن کا خون بتوں پر چڑھایا جاتا، ان اونٹوں کے گلے میں جوتا باندھ کر لٹکا دیتے اور ان کے کوہان زخمی کر دیتے تھے جو اس بات کی علامت تھی کہ یہ قربانی کے اونٹ ہے۔ بعض قبائل ان بتوں پر آدمیوں کی قربانی بھی چڑھاتے تھے نیز وہ بتوں کے ساتھ ساتھ، پتھر، درخت، سورج، پہاڑ اور دریا کو بھی اپنا معبود مانتے تھے۔

ذرا ذرا سی اور بہت ہی معمولی باتوں میں آپس میں ان میں جنگ چھڑ جاتی تھی اور اگر ایک دفعہ لڑائی شروع ہو جاتی تو پھر کئی کئی پشتوں تک برابر جاری رہتی۔ عرب کی جاہلیت یہ تھی کہ جب وہ اپنے دشمن پر قابو پا لیتے تو اس کے عیال و اطفال کو بھی قید کر لیتے تو بلا امتیاز، بلا تکلف سب کو قتل کر دیتے تھے لیکن قیدیوں میں سے اگر کوئی ان کے کھانے سے کھا لیا کرتا تو قتل سے بچ جاتا تھا۔

عرب جاہلیت میں پردے کا رواج نہ تھا، ان کی عورتیں آزادانہ مردوں کے سامنے آتی تھیں۔ ایک مرد جتنی مرضی عورتوں سے شادی کر لیتا کوئی اسے روکنے والا نہ ہوتا تھا۔ انسان منڈیوں میں فروخت ہوتے۔ جس کا بھی جی چاہتا انہیں خرید کر اپنا غلام بنا

لیتا اور پھر ان پر ظلم و ستم کا بازار گرم کرتا یعنی کہ ان پر زندگی و موت کا دروازہ بند کر دیتا۔

یہ ہی وہ حالات تھے جن میں اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور ہمارے پیارے رسول ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تاکہ انسانوں کو اس تمام برائیوں سے نکال کر نیکی اور ہدایت کے راستے پر چلا سکیں۔

انگشت مبارک سے چاند کا حرکت کرنا:۔

حضورِ اکرم ﷺ جب چھوٹی عمر میں اپنے پنگھوڑے میں لیٹے ہوئے تھے تو چاند کی طرف دیکھا کرتے تھے اور اُس سے باتیں کیا کرتے تھے اور کھیلنے کے لیے جب چاند کی طرف اپنی انگلی مبارک کو اُٹھاتے تو چاند حضورِ اکرم ﷺ کی مقدس و اطہر انگشت شہادت کے اشارے سے حرکت کرتا تھا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ صابونی سے، صابونی خطیب سے اور خطیب ابن عساکر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب فرمایا کرتے تھے کہ:

اُنہوں نے حضورِ اکرم ﷺ سے ایک دن عرض کیا:

"یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے ایمان لانے کا باعث یہ واقعہ ہے کہ میں نے چھوٹی عمر میں آپ ﷺ کو چاند سے کھیلتے ہوئے اور باتیں کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ ﷺ چاند کو جس طرف بھی اشارہ کرتے وہ اُسی طرف ہو جاتا تھا۔"

قحط سالی کا سال:۔

حضور ﷺ کی پیدائش سے پہلے قریش کی حالت بہت ہی زیادہ ناگفتہ بہ تھی۔ ہر طرف قحط و سالی کا دور دورہ تھا حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے بعد وہاں بڑے زور کی بارش ہوئی جس سے ہر چیز نکھر گئی اور آپ ﷺ کی برکت سے

قحط کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔

حضورِ اکرم ﷺ کا گہوارہ اور لوری:۔

خصائص میں ابن شیخ نے فرمایا ہے کہ:

''آنحضرت ﷺ کا جھولا فرشتوں کے جنبش سے ہلا کرتا تھا۔''

حضور ﷺ کے چچا حضرت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو اپنی گود میں اٹھا کر لوریاں دیا کرتے تھے۔

ابولہب کی لونڈی ''ثوبیہ'' کی سعادت:۔

جس شب میں حضورِ اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اُس وقت آپ ﷺ کے چچا ابولہب کی لونڈی ''ثوبیہ'' وہاں موجود تھی اُس نے حضورِ اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری اپنے آقا ابولہب کو پہنچائی کہ تمہارے بھائی حضرت عبداللہ کے گھر میں فرزند پیدا ہوا ہے تو اسی خوشی میں اُنہوں نے اُنہیں آزاد کر دیا اور حکم دیا کہ وہ اپنا دودھ میرے بھتیجے کو پلائے اس طرح حضرت ثوبیہ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ اُنہوں نے حضور ﷺ کو اپنا دودھ پلایا اور آپ ﷺ کی رضاعی ماں بننے کا شرف حاصل کیا۔

حضورِ اکرم ﷺ نے اپنی رضاعی ماں حضرت ثوبیہ کی رضاعت کا ہمیشہ بہت ہی زیادہ خیال رکھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ہونے کے بعد حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی۔ آپ ﷺ نہ صرف یہ کہ مکہ مکرمہ سے انہیں تحائف دیا کرتے تھے بلکہ ہجرت کرنے کے بعد مدینہ منورہ سے بھی انہیں کپڑے، اشیا اور تحائف بھیجا کرتے تھے اور جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ ﷺ نے ثوبیہ اور ان کے بیٹے مسروح کو دریافت کیا معلوم ہوا کہ دونوں کا انتقال ہو چکا ہے تو آپ ﷺ ان کی وفات کی خبر سن کر غمگین ہو گئے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی سعادت:-

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اپنے قبیلے کی دوسری عورتوں کے ساتھ جب مکہ مکرمہ میں بچوں کو گود میں لینے کے لئے آئی تو اس وقت مکہ میں قحط وخشک سالی کی سی کیفیت طاری تھی۔

عرب کے شہری باشندوں میں یہ رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کو شہری امراض سے محفوظ رکھنے کے لیے اور ان کی زبان میں فصاحت و بلاغت پیدا کرنے کے لیے دودھ پلانے والی بدوی عورتوں کے حوالے کر دیا کرتے تھے تاکہ شہر سے دور رہنے کی وجہ سے ان کے جسم طاقتور اور اعصاب مضبوط ہوں۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ ابن اسحاق بن راہویہ، ابو یعلی، طبرانی، بیہقی اور ابو نعیم سعدیہ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ:

> میں قبیلہ بنی سعد بن بکر کے ساتھ دودھ پلانے کے لئے کسی بچے کو لینے مکہ مکرمہ آئی۔ یہ زمانہ شدید قحط سالی کا تھا آسمان سے زمین پر پانی کا ایک قطرہ تک نہ برساتھا۔ ہماری ایک مادہ گدھی تھی جو لاغر و کمزوری کی وجہ سے چل نہیں سکتی تھی۔ ایک اونٹنی تھی جو دودھ کا ایک بوند نہ دیتی تھی۔ میرے ساتھ میرا شیر خوار بچہ "عبداللہ" اور میرے شوہر "حارث بن عبدالعزیٰ" تھے۔ ہماری تنگی کا یہ عالم تھا کہ رات چین سے گذرتی تھی اور نہ دن آرام سے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی چھاتیوں میں دودھ ناکافی تھا۔ اس لیے بچہ بے چین رہتا تھا اس کے رونے کے سبب میاں بیوی رات کو آرام نہ کر سکتے تھے۔

جب ہمارے قبیلہ کی عورتیں مکہ مکرمہ میں پہنچیں تو انہوں نے

دودھ پلانے کے لئے تمام بچوں کو لے لیا بجز حضور ﷺ کے کیونکہ جب وہ یہ سنتی تھیں کہ وہ یتیم ہیں تو ان کے یہاں جاتی ہی نہ تھیں کوئی عورت ایسی نہ رہی جس نے کوئی بچہ نہ لے لیا ہو صرف میں ہی باقی تھی اور حضور ﷺ کے سوا کسی کو نہ پاتی تھی۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا خدا کی قسم بغیر بچہ لئے مکہ مکرمہ سے لوٹنا مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ میں جاتی ہوں اور اسی یتیم بچہ کو لئے لیتی ہوں میں اسی کو دودھ پلاؤں گی۔

اگلے دن حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور بولیں:

''میرا نام حلیمہ سعدیہ ہے اور میرا تعلق بنو سعد قبیلہ سے ہیں اور ہمارا قبیلہ کبھی بھی حجاز کی سرحدوں سے باہر نہیں نکلا۔ ہمارے قبیلے کی زبانوں پر کبھی گونگوں کا اثر نہیں ہوا اور نہ ہی ہماری علاقے کی ہواؤں پر شہر کی گندگی اور غلاظت کا اثر ہے۔ ہماری قبیلے کی بچوں کے ساتھ محبت و شفقت سارے قریش میں مشہور ہے اور ہم یہ بہت ہی زیادہ بہتر جانتی ہیں کہ روتے ہوئے بچوں کو کیسے ہنسایا جاتا ہے اور کمزور جسم والے بچوں کو کن ترکیبوں سے توانا اور مضبوط بنایا جاسکتا ہے۔''

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا یہ سب کچھ خالص کاروباری انداز میں کہا تھا۔ سردار عبدالمطلب نے اپنے پوتے کی آیا حضرت خدیجہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو بہت کچھ دیا پھر ان کے چچا حضرت حارث نے بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنی طرف سے درہم دیئے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

''جب میں رسولِ اکرم ﷺ کو لینے کے لیے اُن کے پاس گئی تو میں نے دیکھا کہ حضورِ اکرم ﷺ دودھ سے زیادہ سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ سے مشک و عنبر کی خوشبوئیں لپٹیں مار رہی ہیں۔ آپ ﷺ کے نیچے سبز حریر بچھا ہوا ہے اور آپ ﷺ خراٹے لیتے ہوئے اپنی قفا (گدھی) پر محو خواب ہیں چونکہ حضور ﷺ کی عادت شریف تھی کہ آپ ﷺ نیند میں خراٹے لیتے تھے اور کبر سنی میں بھی خراٹوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے چاہا کہ آپ ﷺ کو نیند سے بیدار کر دوں مگر میں آپ ﷺ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئی پھر میں نے آہستہ سے قریب ہو کر اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر رکھا تو آپ ﷺ نے تبسم فرما کر اپنی چشم مبارک کھول دی اور میری طرف نظر کرم اٹھائی تو آپ ﷺ کی چشمان مبارک سے ایک نور نکلا جو آسمان تک پرواز کر گیا۔ میں نے آپ ﷺ کی دونوں چشمان مبارک کے درمیان بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھا لیا تا کہ دودھ پلاؤں میں نے داہنا پستان آپ ﷺ کے دہن مبارک میں دیا آپ ﷺ نے دودھ نوش فرمایا پھر میں نے چاہا کہ اپنا بایاں پستان دہن مبارک میں دوں تو آپ ﷺ نے نہ لیا اور نہ پیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ابتدائی حالت میں ہی عدالت و انصاف ملحوظ رکھنے کا الہام فرما دیا تھا اور آپ ﷺ جانتے تھے کہ ایک ہی پستان کا دودھ آپ ﷺ کا ہے کیونکہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا ایک اپنا لڑکا بھی

ہے۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

”حضور ﷺ کا یہ ہمیشہ یہ حال رہا کہ ایک پستان کو حضور ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دیا کرتے تھے پھر میں آپ ﷺ کو لیکر اپنی جگہ آئی اور اپنے شوہر کو دکھایا۔ وہ بھی آپ ﷺ کے جمال مبارک پر عاشق ہو گئے اور سجدہ شکر ادا کیا۔ وہ اپنی اونٹنی کے پاس گئے دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے باوجودیکہ اس سے پہلے اس کے تھن میں دودھ کا ایک قطرہ نہ تھا۔ انہوں نے اسے دوہا جسے انہوں نے بھی پیا اور میں نے بھی پیا اور ہم خوب سیر ہو گئے اور خیر و برکت کے ساتھ اس رات چین کی نیند سوئے چونکہ اس سے پہلے بھوک و پریشانی میں نیند نہیں آتی تھی۔ میرے شوہر نے کہا اے حلیمہ بشارت و خوشی ہو کہ تم نے اس ذاتِ مبارک کو لے لیا۔ تم نہیں دیکھتیں کہ ہمیں کتنی خیر و برکت حاصل ہوئی ہے۔ یہ سب اسی ذات مبارک کے طفیل ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ ہمیشہ اور زیادہ خیر و برکت رہے گی۔“

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد چند راتیں ہم مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے ایک رات میں نے دیکھا کہ ایک نور آپ ﷺ کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہے اور ایک شخص سبز کپڑے پہنے آپ ﷺ کے سرہانے کھڑا ہے پھر میں نے اپنے شوہر کو جگا کر کہا اٹھیے اور دیکھیے شوہر نے کہا اے حلیمہ! خاموش رہو۔ اور اپنی اس حالت کو چھپا کے رکھو کیونکہ (مجھے معلوم ہوا ہے کہ) جس دن سے یہ فرزند پیدا ہوا ہے یہود کے علماء و احبار نے کھانا پینا چھوڑ رکھا ہے انہیں چین و قرار نہیں ہے۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد لوگوں نے ایک دوسرے کو رخصت کیا اور مجھے بھی سیدہ آمنہ

رضی اللہ عنہا نے رخصت کیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی سواری کا تیز چلنا:۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ:

"جب میں اپنے دراز گوش (یعنی مادہ گدھی) پر حضور ﷺ کو اپنی گود میں لے کر سوار ہوئی ۔ میرا دراز گوش خوب چست و چالاک ہو گیا اور اپنی گردن اوپر تان کر چلنے لگا۔ جب ہم کعبہ کے سامنے پہنچے تو تین سجدے کیے اور اپنے سر کو آسمان کی جانب اٹھایا اور چلایا پھر قبیلہ کے جانوروں کے آگے آگے دوڑنے لگا۔ لوگ اس کی تیز رفتاری پر تعجب کرنے لگے عورتوں نے مجھ سے کہا اے بنت ذویب! کیا یہ وہی جانور ہے جس پر سوار ہو کر ہمارے ساتھ آئی تھیں۔ جو تمہارے بوجھ کو اٹھا نہیں سکتا تھا اور سیدھا تک نہ ہو سکتا تھا؟ میں نے جواب دیا خدا کی قسم یہ وہی جانور ہے اور یہ وہی دراز گوش ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس فرزند کی برکت سے اسے قوی و طاقتور کر دیا ہے اس پر انہوں نے کہا خدا کی قسم اس کی بڑی شان ہے۔"

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ:

"میں نے اپنے دراز گوش کو جواب دیتے سنا کہ" ہاں! خدا کی قسم میری بڑی شان ہے میں مردہ تھا مجھے زندگی عطا فرمائی ، میں لاغر و کمزور تھا مجھے قوت و توانائی بخشی۔ اے بنی سعد کی عورتو! تم پر تعجب ہے اور تم غفلت میں ہو اور تم نہیں جانتیں کہ میری پشت پر کون ہے۔ میری پشت پر سید المرسلین ، خیر الاولین والآخرین اور حبیب

رب العلمین ہے۔"

حلیمہ تونگر ہوگئیں:۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

"میں جس راستے سے بھی گزرتی راستہ میں دائیں بائیں میں سنتی کہ کہتے اے حلیمہ! تم تونگر ہوگئیں اور بنی سعد کی عورتوں میں تم بزرگ ترین ہوگئیں اور بکریوں کے جس ریوڑ پر میں گزرتی بکریاں سامنے آ کر کہتیں۔ اے حلیمہ! تم جانتی ہو کہ تمہارا دودھ پینے والا کون ہے؟ یہ محمد (ﷺ) آسمان و زمین کے رب کے رسول اور تمام بنی آدم سے افضل ہیں۔"

آپ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ:

"ہم جس منزل پر بھی قیام کرتے حق تعالیٰ اس منزل کو سرسبز و شاداب فرما دیتا باوجودیکہ وہ قحط سالی کا زمانہ تھا۔"

حضور ﷺ کی برکات کا نزول:۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

"جب ہم ننھے حضورِ اکرم ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر اپنی آبادی میں پہنچے تو تمام آبادی عنبر و مشک کی خوشبو میں نہا گئی یعنی کہ چاروں طرف سے عنبر و مشک کی خوشبو آنے لگی اور حضورِ اکرم ﷺ سے محبت و عقیدت ہر آدمی کے دل میں موجزن ہوگئی۔ ہر کوئی حضورِ اکرم ﷺ سے پیار کرتا تھا اور اگر انہیں کوئی تکلیف ہوتی تو وہ حضورِ اکرم ﷺ کا دست مبارک اُس جگہ سے مس

کرتے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ تکلیف فوراً دور ہو جاتی یہاں تک کہ وہ اپنے جانوروں کا علاج بھی آپ ﷺ کے دست مبارک سے کرتے تھے۔"

آپ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ:

"جب میں اس دولت ثرمدی کو اپنے خیمہ میں لے کر آئی تو میں نے ننھے محمد ﷺ کو دودھ پلایا۔ ننھے حضور ﷺ کے دودھ پینے کی برکت سے میری چھاتیاں (جو پہلے دودھ سے خالی تھی) اب لبالب بھر گئیں۔ دائیں چھاتی سے حضور اکرم ﷺ نے دودھ پیا اور بائیں چھاتی میرے بیٹے کے لیے چھوڑ دی جس سے میرے بیٹے عبداللہ نے دودھ پیا۔"

لاغر اونٹنی اور دوسرے جانوروں کے نتھنے دودھ سے بھر جانا:۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

"جب میں اور میرے خاوند بچوں کو سلانے کے بعد اپنے خیمے سے باہر گئے تو ہم یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ ہماری بوڑھی اور کمزور اونٹنی کے نتھنے دودھ سے بھرے ہوئے ہے اور اسی طرح ہماری بکریوں کے نتھنے بھی دودھ سے لبالب ہیں۔ وہ بکری جو چند گھنٹے پہلے ایک بوند تک دودھ دینے کے قابل نہ تھی اب کسی معجزہ کے زیر اثر ایسی سیراب ہوگئی کہ اس کے نتھنوں سے سفید خوشبودار دودھ کی نہر سی جاری ہو گئی جس سے برتن لبالب بھر گیا اور ہم میاں بیوی نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا اور یہ رات بڑی سکون و آرام سے گزاری۔"

بنو سعد کی طرف روانگی:۔

حضرت خدیجہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی یہ بہت بڑی خوش قسمتی تھی کہ اُنہوں نے حضورِ اکرم ﷺ کو گود میں لیا تھا۔ ننھے حضور کے دادا، والدہ اور چچا نے حضرت خدیجہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو بہت کچھ دے دیا تھا کہ وہ سب دیکھ کر قبیلے کی تمام عورتیں حیران رہ گئیں تھیں لیکن ان سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ حضرت خدیجہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی بکریوں کے نتھنوں میں دودھ کی فراوانی تھی۔

شروع میں تو سب یہی سمجھے کہ یہ کسی جڑی بوٹی کا کرشمہ ہے جو حضرت خدیجہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے خاوند حارث بن عبدالعزیٰ کے ہاتھ لگ گئی ہے جسے اُنہوں نے بکریوں کو کھلا دیا ہے جس سے بکریوں اس طرح دودھ دینے لگی ہیں مگر یہ بات بھی اُن کے لیے محض خام خیال ہی ثابت ہوئی۔

یہ قبیلہ مکہ مکرمہ میں تین دن تک رکا رہا پھر تیسرے دن یہ قبیلہ بنو سعد کے صحراؤں کی طرف کوچ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔ بنو سعد کا قبیلہ تین دن کی مسافت کے بعد صبح صادق کے وقت ایک بلند ٹیلے پر کھڑا تھا جسے بنو سعد کا ٹیلہ کہا جاتا تھا ٹیلے نیچے دور دور تک پھیلے ہوئے ریگستان کے درمیان کھجوروں کا ایک چھوٹا سا باغ تھا باٹ کے کنارے کنارے ہلالی شکل میں خیموں کی قطاریں تھیں۔ ہر طرف حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ کی خوش قسمتی کا چرچا ہو رہا تھا۔

برکات کا نزول بنو سعد پر ہوا

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

"جب حضورِ اکرم ﷺ کی عمر مبارک آٹھ ماہ ہوئی تو آپ ﷺ نے گفتگو فرمائی۔ جب نو ماہ ہوئی تو فصیح گفتگو فرمائی اور جب دس

ماہ کے ہوئے تو بچوں کے ساتھ تیر اندازی بھی فرمائی۔"

جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ حضورِ اکرم ﷺ کو لے کر اپنے قبیلے میں پہنچے تو حضورِ اکرم ﷺ کی برکت سے وہ تمام علاقے جو سوکھے ہوئے پودوں، مرجھائی ہوئی ڈالیوں اور خشک کھیتوں پر مشتمل تھا سب میں جان پڑ گئی اور وہ سب ایسے نظر آنے لگے کہ جیسے کسی نے ان پر آبِ حیات چھڑک دیا ہو۔

نہ صرف یہ کہ سارا علاقہ سرسبز و شاداب گیا بلکہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ اور بکریاں بھی زیادہ ہو گئیں اور تمام مکان میں مشک و عنبر کی خوشبو پھیل گئی اور لوگوں کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کی محبت ڈال دی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ بنی سعد کے لوگوں میں سے اگر کوئی بھی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا تو وہ شخص آپ ﷺ کا دست مبارک اپنی بیماری کی جگہ پر لگتا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے فوراً صحت یابی مل جاتی۔ انسان تو انسان وہ لوگ تو اپنے جانوروں کا علاج بھی آپ ﷺ کے دست مبارک سے کرتے تو انہیں بھی شفا مل جاتی۔

انہیں قتل کر دو:۔

جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ اکرم ﷺ کو دودھ پلانے اور پرورش پانے کے لیے ان کی والدہ حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا سے گود لیا تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا نے انہیں حضورِ اکرم ﷺ کے متعلق تمام باتیں بتائیں جو اس وقت وقوع پذیر ہوئی تھیں۔

ایک دن حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا چند یہودیوں کے پاس سے گزر ہوا تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے یہودیوں کو وہ تمام باتیں بتائیں جو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتائی تھیں یہ تمام باتیں سن کر وہ یہودی کہنے لگے:

''انہیں قتل کر دو۔''

پھر ان یہودیوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

''کیا یہ یتیم ہیں؟''

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے مصلحتاً جھوٹ بولا کہ:

''نہیں، یہ اُن کے باپ ہیں اور میں ان کی ماں ہوں۔''

اس جواب پر یہودیوں نے کہا:

''اگر یہ یتیم ہوتے تو ہم انہیں ضرور قتل کر دیتے۔''

ایامِ رضاعت

آپ ﷺ کی عادات مبارکہ:۔

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''ننھے حضورِ اکرم ﷺ نے کبھی کپڑوں میں بول و براز نہیں کیا۔
آپ ﷺ کے بول و براز کا ایک وقت مقرر تھا جب بھی میں
ارادہ کرتی کہ آپ ﷺ کے دہن مبارک کو دودھ وغیرہ سے
پاک وصاف کروں تو غیب سے مجھ پر سبقت ہوتی اور آپ
ﷺ کا دہن مبارک پاک و صاف ہو جاتا اور جب بھی حضورِ
اکرم ﷺ کا ستر مبارک کھل جاتا تو آپ ﷺ حرکت کرتے
اور فریاد کرتے یہاں تک کہ میں ستر ڈھانپ دیتی اور اگر
ڈھانپنے میں میری طرف سے تاخیر یا کوتاہی ہو جاتی تو غیب سے
ڈھانپ دیا جاتا یعنی فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے۔''

سب سے پہلے دودھ پلانا:۔

سب سے پہلے جس نے حضورِ اکرم ﷺ کو دودھ پلایا وہ ابولہب کی باندی
ثویبہ رضی اللہ عنہا تھی جس شب حضورِ اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی ثویبہ رضی اللہ عنہا نے ابولہب کو
بشارت پہنچائی کہ تمہارے بھائی حضرت عبداللہ کے گھر فرزند پیدا ہوا ہے ابولہب نے

اس مژدہ پر اس کو آزاد کر کے حکم دیا کہ جاؤ دودھ پلاؤ حق تعالیٰ نے اس خوشی و مسرت پر جو ابولہب نے حضور ﷺ کی ولادت پر ظاہر کی اس کے عذاب میں کمی کر دی۔

ثوبیہ رضی اللہ عنہا نے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا ہے اس بناء پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی بھی ہے۔

ثوبیہ نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا ہے۔

(سیرۃ النبی ﷺ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

سات دن تک والدہ ماجدہ کا دودھ پلانا:۔

منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سات دن تک اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا دودھ نوش فرمایا اور چند دن ثوبیہ کا دودھ پیا اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔

صحیح بخاری شریف میں اُم المؤمنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے ایک بار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ آپ ﷺ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی درہ سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے بطور تعجب فرمایا کہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی سے جو میری تربیت میں ہے، اگر درہ میری ربیبہ (ربیبہ بیوی کی اس بیٹی کو کہتے ہیں جو پہلے شوہر سے ہوئی ہو) نہ ہوتی تب بھی میرے لئے حلال نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے، اس لئے کہ مجھ کو اور اس کے باپ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو ثوبیہ نے دودھ پلایا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح فرمالیں تو کیسا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی مراد:۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

''حضورِ اکرم ﷺ کی عمر مبارک دو سال کی ہوگئی تو آپ ﷺ کو حسبِ وعدہ مکہ میں واپس چھوڑنے کا وقت آ گیا تھا، لیکن میرا دل نہیں مانتا تھا کیونکہ آپ ﷺ کی برکات سے اللہ تعالیٰ ہمیں مستفید کرتے رہتے تھے۔''

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

حضور ﷺ کی نشو ونما دوسرے بچوں سے نرالی تھی۔ ایک دن میں حضورِ اکرم ﷺ کی نشو ونما اتنی ہوتی جتنی دوسرے بچوں کی ایک ماہ میں ہوتی اور ایک ماہ میں اتنی ہوتی جتنی کہ دوسرے بچوں کی ایک سال میں ہوتی اور روزانہ ایک نور آفتاب کی مانند آپ ﷺ پر اُترتا اور آپ ﷺ کو ڈھانپ لیتا پھر آپ ﷺ متجلی ہو جاتے۔

منقول ہے کہ:

''روزانہ دو سفید مرغ اور ایک روایت میں ہے کہ دو مرد سفید پوش آپ ﷺ کے گریبان میں داخل ہو کر روپوش ہو جاتے تھے آپ ﷺ نہ روتے نہ چلاتے اور نہ بد خلقی کا اظہار فرماتے۔ شروع ہی سے آپ ﷺ کا یہ حال تھا۔''

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے دو سال تک ننھے حضورِ اکرم ﷺ کو اپنی پرورش میں بہت ہی محبت سے پالا۔ اُنہوں نے اپنے دودھ میں محبت، فصاحت اور بلاغت گھول گھول کر آپ ﷺ کو پلائی، جب آپ ﷺ کی مدت پوری ہوئی تو آپ ﷺ کا

دودھ چھڑایا گیا۔ جسمانی اعتبار سے آپ ﷺ اپنی عمر سے دو گنے نظر آتے تھے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

''جب آپ ﷺ کی عمر مبارک دو سال کی ہوئی تو معاہدہ کے حساب سے آپ ﷺ کو ماں کے حوالے کرنے کا وقت ہو گیا، لیکن میں آپ ﷺ کو ابھی واپس نہ کرنا چاہتی تھی اور اسی وجہ سے بہت ہی زیادہ مغموم تھی کہ یہ خیر و برکت کا منبع ہم سے جدا ہو جائے گا، میرا دل انہیں کسی بھی حالت پر چھوڑنے کو تیار نہیں تھا۔ میری تو دلی خواہش یہی تھی کہ کاش چمن ہاشمی کا یہ غنچہ نورس یہیں پھول بنے لیکن دل پر پتھر رکھ کر میں آپ ﷺ کو واپس لوٹانے کے لئے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس مکہ مکرمہ میں لے آئی مگر میں دل سے مزید انہیں اپنے پاس رکھنے کی خواہش مند تھی کیونکہ ہم نے حضورِ اکرم ﷺ کی بہت سی برکات کا مشاہدہ کیا تھا۔''

اتفاق کی بات ہے کہ اُن ہی دنوں میں مکہ مکرمہ میں کسی وبائی امراض کا بہت ہی زیادہ زور تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ اکرم ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا سے مزید اپنے پاس رکھنے کا خیال ظاہر کیا تو حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا نے اس وبا کی وجہ سے واپسی پر کوئی اصرار نہ کیا اور یوں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی مراد برآئی اور وہ خوشی خوشی آپ ﷺ کو لے کر دوبارہ اپنے گھر چلی آئیں، جو خانوادۂ حارث کے لیے رحمت ہی رحمت، برکت ہی برکت تھا۔

حضور ﷺ کا دودھ چھڑانے پر کلام کرنا:-

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے

فرمایا:

"جب میں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا دودھ چھڑایا تو حضور ﷺ نے اس موقع پر فرمایا۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔"

قلب کا غسل دینا (شقِ صدر):۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائیوں کے ہمراہ بکریاں چرانے جنگل گئے ہوئے تھے کہ یکایک آپ ﷺ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا آیا کہ دو سفید پوش آدمی آئے اور ہمارے قریشی بھائی کو زمین پر لٹا کر ان کا شکم مبارک چاک کیا اب اس کو سی رہے ہیں۔ یہ واقعہ سنتے ہی حلیمہ اور ان کے شوہر کے ہوش اڑ گئے' افتاں و خیزاں دوڑے۔ دیکھا کہ آپ ﷺ ایک جگہ کھڑے ہوئے ہیں اور چہرہ انور کا رنگ فق ہے۔ حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے فوراً آپ ﷺ کو سینہ سے چمٹا لیا اور پھر آپ ﷺ کے رضاعی باپ نے آپ ﷺ کو سینہ سے لگایا اور آپ ﷺ سے دریافت کیا۔

شقِ صدر کا واقعہ نبی اکرم ﷺ کو اپنی عمر میں چار مرتبہ پیش آیا، اول بار زمانہ طفولیت میں پیش آیا جب آپ ﷺ حلیمہ سعدیہ کی پرورش میں تھے اور اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چار سال کی تھی۔ ایک روز آپ ﷺ جنگل میں تھے کہ دو فرشتے جبرئیل اور میکائیل سفید پوش انسانوں کی شکل میں سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا لے کر نمودار ہوئے اور آپ ﷺ کا شکم مبارک چاک کر کے قلب مطہر کو نکالا پھر قلب کو چاک کیا اور اس میں سے ایک یا دو ٹکڑے خون کے جمے ہوئے نکالے اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے، پھر شکم اور قلب کو اس طشت میں رکھ کر برف سے دھویا، بعد ازاں قلب کو اپنی جگہ پر رکھ کر سینہ پر ٹانکے لگائے اور دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر لگا دی۔

متعدد روایات شقِ صدر کے بارے میں:۔

(۱) عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ کی ہے جو مسند احمد اور معجم طبرانی میں مذکور ہے۔ عتبہ کی یہ روایت مستدرک حاکم میں بھی مذکور ہے۔ حاکم فرماتے ہیں کہ عتبہ کی یہ حدیث شرط مسلم پر ہے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص مستدرک میں حاکم کی تصحیح کا کوئی رد نہیں فرمایا۔ علامہ ہیثمی حدیث عتبہ کو ذکر کر کے فرماتے ہیں۔
(رواہ احمد والطبرانی واسناد احمد حسن)

(۲) ابوذر رضی اللہ عنہ کی ہے جو مسند بزار اور دارمی وغیرہ میں مذکور ہے۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ حدیث ابی ذر کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ حافظ ضیاء الدین مقدسی نے مختارہ میں اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے اور علماء نے تصریح کی ہے کہ حافظ مقدسی کی تصحیح حاکم کی تصحیح سے زیادہ موثق و مستند ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث دلائل ابی نعیم میں بھی مذکور ہے اور حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث مسند احمد اور دلائل بیہقی میں مذکور ہے۔

(۳) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ہے جو طبقات ابن سعد میں مذکور ہے جس کے تمام راوی بخاری و مسلم کے مسلم، ثقہ اور مستند راوی ہیں۔

(۴) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ بیہقی اور ابن عساکر خصائص میں ذکر کیا ہے۔

(۵) شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کو حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں بحوالہ مسند ابی یعلی اور دلائل ابو نعیم ذکر کیا ہے۔

(۶) خالد بن معدان تابعی کی ہے جو طبقات ابن سعد میں مرسلاً مذکور ہے مگر محمد بن

اسحاق کے سلسلہ سند میں مذکور ہے کہ خالد بن معدان کلاعی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے مجھ سے شق صدر کا یہ واقعہ بیان کیا۔ حافظ ابن کثیر، محمد بن اسحاق کی یہ روایت نقل کر کے فرماتے ہیں ہذا اسناد جید قوی ابن عباس، شداد بن اوس اور خالد بن معدان کی روایتیں بعض راویوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اگرچہ فرداً فرداً ضعیف ہوں، لیکن اول تو تعددِ طرق سے حدیث کے ضعف میں کمی آجاتی ہے دوم یہ کہ جو ضعیف روایت متعدد صحابہ اور مختلف سندوں سے مروی ہو، تو ایسی ضعیف حدیث بلاشبہ صحیح حدیث کی موید ہو سکتی ہے اور چند ضعاف کے انضمام سے حدیث صحیح کی صحت اضافہ ہو جاتا ہے۔ رہا یہ امر کہ سلسلہ معراج میں بچپن کے شق صدر کا ذکر نہیں یا دوسری بعض روایتوں میں اس شق صدر کا ذکر نہیں، سو یہ اس کے غیر معتبر ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ عدم ذکر کو ذکر عدم کی دلیل بنانا عقلاً صحیح نہیں۔ احادیث معراج ہی کو لے لیجئے تقریباً پچاس صحابہ کرام سے مروی ہیں لیکن ہر صحابی کی روایت میں کچھ ایسے امور کا ذکر ہے کہ جو دوسرے صحابہ کی روایات میں ان کا ذکر نہیں۔ اسی طرح یہاں سمجھ لیجئے کہ راوی نے کسی جگہ دونوں کو جمع کر دیا اور ہر شق صدر کا زمان اور مکان مختلف ہے اور ہر ایک جداگانہ واقعہ ہے فقط ایک واقعہ کا ذکر دوسرے غیر مذکورہ واقعہ کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔

دوسری بار شقِ صدر کا ہونا:۔

دوسری بار شق صدر کا واقعہ آپ ﷺ کو دس سال کی عمر میں پیش آیا۔ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح ابن حبان اور دلائل ابی نعیم وغیرہ میں مذکور ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حافظ مقدسی نے مختارہ میں اور عبداللہ بن

احمد نے زوائد مسند میں سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زوائد مسند کی سند کے راوی کل ثقہ ہیں۔

رواہ عبداللہ و رجالہ ثقات و ثقهم ابن حبان

اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو حافظ عسقلانی نے فتح الباری ج ۱۳ باب ماجاء فی قولہ عزوجل و کلم اللہ موسی تکلیما میں ذکر کیا ہے۔ نمبر۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو دلائل ابی نعیم میں مذکور ہے اس کی سند میں دو راوی متکلم فیہ ہیں۔ ایک یزید بن بانبوس ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ یزید بن بانبوس مجہول ہے لیکن دارقطنی فرماتے ہیں لا باس بہ اس میں کچھ حرج نہیں یعنی اچھا خاصا راوی ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے' تہذیب ج ۱۱ ص ۳۱۶' حافظ مزی تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں کہ ذکرہ ابن حبان فی الثقات وروی لہ البخاری فی الادب و ابوداؤد و الترمذی فی الشمائل و النسائی و تہذیب الکمال ج ۷ ص ۲۲۱۔ دوسرا راوی داؤد بن مجر ہے جس کو بعض علماء نے کذاب بتلایا ہے لیکن یحیٰی بن معین فرماتے ہیں ثقہ ہے۔ کذاب نہیں ابوداؤد فرماتے ہیں ثقہ ہے لیکن مشابہ ضعیف کے ہے۔ نسائی فرماتے ہیں ضعیف ہے تہذیب ج ۳ ص ۱۹۹۔ بہرحال اس حدیث کی سند لاباس بہ ہے کسی طرح کم نہیں معلوم ہوتی خصوصاً جب کہ ابوداؤد طیالسی کی سند کو بھی اس کے ساتھ ملا لیا جائے تو اور قوت آجاتی ہے' اسی وجہ سے حافظ ابن ملقن اور حافظ عسقلانی نے اس کو ثبت کے لفظ سے تعبیر فرمایا' حافظ ابن ملقن کے یہ الفاظ ہیں وثبت شق الصدر ایضاً البعثۃ کما اخرجہ ابونعیم فی الدلائل اور شرح بخاری ج ۷ ص ۳۸۷ اور عسقلانی کے الفاظ بھی اسی کے قریب بلکہ یہی ہیں۔

(سیرۃ ابن ہشام، ج ۱ ص ۵۶)

تیسری بار شقِ صدر کا ہونا:۔

تیسری بار یہ واقعہ بعثت کے وقت پیش آیا جیسا کہ مسند ابی داؤد طیالسی اور دلائل ابی نعیم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

حافظ ابن الملقن نے شرح بخاری میں اور حافظ عسقلانی نے فتح الباری باب المعراج میں باب ماجاء فی قولہ عزوجل و کلم اللّٰہ موسیٰ تکلیما میں بعثت کے وقت شق صدر کا ثابت ہونا تسلیم کیا ہے نیز اس واقعہ کا بوقت بعثت پیش آنا مسند بزار میں ابوذر غفاری سے مروی ہے، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ ابوذر کی یہ حدیث اس حدیث کے مغائر ہے جو ابوذر ہی سے درباره اسراء و معراج صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور بخاری کے راوی ہیں۔ مگر جعفر بن عبداللہ بن عثمان الکبیر جس کی ابوحاتم رازی اور ابن حبانؒ نے توثیق کی ہے اور عقیلی نے اس میں کلام کیا ہے۔

چوتھی بار شقِ صدر کا ہونا:۔

چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا جیسا کہ بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی وغیرہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس بارے میں روایتیں متواتر اور مشہور ہیں۔ (بخاری الجامع الصحیح، ص ۵۴۸ باب حدیث الاسراء کتاب المناقب)

شقِ صدر کی حقیقت:۔

علامہ قسطلانی مواہب میں اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

ثم ان جمیع ما ورد من شق الصدر استخراج القلب وغیر ذلک من الامور الخارقة للعادة مما یجب التسلیم له دون التعرض لصرفه عن حقیقة لصلاحیة القدرة فلا یستحیل شئ من ذلک هکذا قاله القرطبی فی المفهم والطیبی و

التوربشتی و الحافظ فی الفتح و السیوطی وغیرھم و یؤیدہ الحدیث الصحیح انھم کانوا یرون اثر المخیط فی صدرہ قال السیوطی و ما وقع من بعض جھلة العصر من انکار ذلك و حمله علی الامر المعنوی فھو جھل صریح و خطأ قبیح نشأ من خذلان اللّٰہ تعالٰی لھم و عکوفھم علی العلوم الفلسفیة و بعدھم عن دقائق السنة عافانا اللّٰہ من ذلك۔

(زرقانی' شرح مواہب' ج ۶: ص ۲۴)

''یہ جو کچھ مروی ہوا یعنی شق صدر اور قلب مبارک کا نکالنا وغیرہ وغیرہ اس قسم کے خوارق کا اسی طرح تسلیم کرنا واجب اور لازم ہے، جس طرح منقول ہوئے۔ ان کو اپنی حقیقت سے نہ پھرنا چاہئے اللہ کی قدرت سے کوئی شے محال نہیں۔ امام قرطبی، علامہ طیبی، حافظ عسقلانی، علامہ سیوطی اور دیگر اکابر علماء رحمہم اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ شق صدر اپنی حقیقت پر محمول ہے اور حدیث صحیح اس کی موید ہے وہ یہ کہ حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیون یعنی سلائی کا نشان حضور ﷺ کے سینہ مبارک پر اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ بعض جہلاء عصر کا شق صدر سے منکر ہونا اور بجائے حقیقت کے اس کو امر معنوی پر محمول کرنا (جیسا کہ اس زمانہ کے بعض سیرت نگار کہتے ہیں کہ شق صدر سے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ شرح صدر کے معنی مراد ہیں) یہ صریح جہالت اور سخت غلطی ہے جو حق تعالٰی کی عدم توفیق اور علوم فلسفیہ میں انہماک اور علوم سنت سے بُعد اور دوری کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالٰی ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین''

خلاصہ کلام یہ کہ شق صدر سے حقیقۃً سینہ کا چاک کرنا مراد ہے۔ شق صدر سے

شرح صدر کے معنی مراد لینا جو ایک خاص قسم کا علم ہے صریح غلطی ہے۔ شق صدر حضور ﷺ کے خاص الخاص معجزات میں سے ہے اور شرح صدر حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے زمانے سے لے کر اب تک بھی علماء صالحین کو شرح صدر ہوتا رہا ہے۔ نیز اگر شق صدر سے شرح صدر کے معنی مراد ہوں جو کہ ایک امر معنوی ہے تو پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا کہ سیون کا نشان جو آپ کے سینہ مبارک پر صحابہ کرام اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ کیا شرح صدر سے سینہ پر سلائی کے نشان نمودار ہوجاتے ہیں؟ (لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم)

شقِ صدر کے اسرار:-

پہلی مرتبہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں زمانہ قیام میں قلب چاک کرکے جو ایک سیاہ نقطہ نکالا گیا وہ حقیقت میں گناہ اور معصیت کا مادہ تھا جس سے آپ ﷺ کا قلب مطہر پاک کر دیا گیا اور نکالنے کے بعد قلب مبارک غالباً اس لئے دھویا گیا کہ مادہ معصیت کا کوئی نشان اور اثر بھی باقی نہ رہے اور برف سے اس لئے دھو دیا کہ گناہوں کا مزاج گرم ہے جیسا کہ شیخ اکبر نے فتوحات میں لکھا ہے۔ اس لئے مادہ معصیت کے بجھانے کے لئے برف کا استعمال کیا گیا کہ حرارتِ عصیان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے اور قرآن وحدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا (النساء: ۱۰)

"تحقیق جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ حقیقت میں اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں"۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مال حرام اگرچہ دنیا میں کتنا ہی ٹھنڈا کیوں نہ ہو لیکن عالم آخرت کے لحاظ سے اس کا مزاج آگ سے کم گرم نہیں۔ جیسے صبر کا مزاج

اس عالم میں حنظل سے زیادہ تلخ ہے مگر عالم آخرت میں عسل (شہد) سے زیادہ شیریں ہے وقس علی ھذا اور ایک حدیث میں:

الصدقة تطفی الخطیئة کما یطفی الماء النار

''یعنی صدقہ گناہ کو ایسے ہی بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو۔''

(رواہ احمد والترمذی عن معاذ بن جبل)

اور ایک حدیث میں ہے:

ان الغضب من الشیطان و ان الشیطان خلق من النار و انما یطفأ النار بالماء فاذا غضب احد کم فلیتوضأ

''غصہ شیطان کی جانب سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ (نتیجہ یہ نکلا کہ غصہ آگ سے پیدا ہوا ہے) اور جزا نیست کہ آگ کو پانی ہی سے بجھایا جاتا ہے اس لئے جب کسی کو غصہ آئے تو وضو کر لے۔''

امام غزالی ﷺ فرماتے ہیں کہ ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یا غسل کرے۔ آگ میں دو وصف خاص ہیں ایک حرارت اور گرمی اور دوسرے علو یعنی اوپر کو چڑھنا۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے پہلے وصف کے لحاظ سے غضب کا یہ علاج تجویز فرمایا کہ وضو کرو اور غصہ کی آگ کو پانی سے بجھاؤ اور دوسرے وصف یعنی بڑائی کے لحاظ سے یہ علاج تجویز فرمایا۔

اذا غضب احد کم و ھو قائم فلیجلس فان ذھب عنه الغضب والا فلیضطجع

''جس کو غصہ آئے وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اگر اس سے غصہ جاتا رہے تو ٹھیک ورنہ لیٹ جائے۔ اس حدیث کو احمد بن حنبل اور ترمذی نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے۔"

غصہ کی وجہ سے انسان میں جو ایک قسم کا علو اور بڑائی پائی جاتی ہے اس کا علاج تواضع تذلل اور تمسکن سے فرمایا کہ غصہ آتے ہی فوراً زمین پر بیٹھ جاؤ یا لیٹ جاؤ اور سمجھ لو کہ ہم اسی مشت خاک سے پیدا کیے گئے ہیں، آگ بگولہ بننے کی کیا ضرورت ہے۔ بخاری، مسلم اور دیگر کتب صحاح میں ہے کہ نبی اکرم اثناء کے بعد نماز میں دعا مانگا کرتے تھے۔

اللّٰھم اغسل خطایای بماء الثلج و البرد

"اے اللہ میری خطاؤں کو برف اور اولے کے پانی سے دھو دے"

اس دعا میں آنحضرت ﷺ نے دو چیزوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

① گناہوں کی نجاست کی طرف کہ ان کے دھونے کی اللہ سے درخواست کی، اس لئے کہ طریقہ یہ ہے کہ نجاست اور ناپاکی ہی کو دھوتے ہیں پاک چیز کو نہیں دھوتے۔

② گناہوں کی حرارت اور گرمی کی طرف کہ برف اور اولے کے پانی سے ان کے بجھانے کی درخواست کی، اس لئے کہ اگر گناہوں میں فقط نجاست ہی ہوتی اور حرارت نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ نبی اکرم ﷺ بجائے برف کے پانی کے گرم پانی سے ان کے دھونے کی درخواست فرماتے لیکن گناہوں میں نجاست کے ساتھ حرارت بھی ہے، اس لئے تطہیر نجاست کے علاوہ تبرید اور تسکین حرارت کی بھی ضرورت ہے، گرم پانی سے اگرچہ تطہیر نجاست کا مقصد حاصل ہو سکتا ہے مگر تبرید اور تسکین کا مقصد علیٰ وجہ الاتم برف اور اولے ہی کے پانی سے حاصل ہو سکتا ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے بجائے گرم پانی کے ٹھنڈے پانی سے گناہوں کے دھونے کی دعا فرمائی۔ اسی وجہ سے امام

نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط فرمایا کہ نماز کے لئے بجائے گرم پانی کے ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا افضل اور بہتر ہے، اس لئے کہ وضو اور نماز سے مقصد گناہوں کی آگ کو بجھانا ہے جیسا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور معجم طبرانی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے وقت ایک منادی اللہ کی طرف سے ندا دیتا ہے کہ بنی آدم اٹھو اور اس آگ کو بجھاؤ جو تم نے اپنے اوپر روشن کی ہے۔ اہل ایمان اٹھتے ہیں اور وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتے ہیں۔

جس طرح ان آیات اور احادیث سے گناہوں کے مزاج کا گرم ہونا معلوم ہوتا ہے ایسا ہی حدیث سے حبِ الٰہی اور محبتِ خداوندی کے مزاج کا سرد ہونا معلوم ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اللّٰھم اجعل حبك احب الی من نفسی و اھلی و من الماء البارد

”اے اللہ اپنی محبت میرے لئے سب سے زیادہ محبوب بنا دے حتیٰ کہ میرے نفس سے اور میرے اہل سے اور ٹھنڈے پانی سے۔“

ماء بارد (ٹھنڈے پانی) کا مزاج تو بارد ہوتا ہے۔ لیکن اہل اللہ کا مزاج بھی بارد معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے قرآن میں اپنے خاص بندوں کی یہ دعا ذکر فرمائی ہے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ

”اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔“

یعنی ان کو تیری اطاعت اور فرمانبرداری میں دیکھوں اور تیری معصیت میں نہ دیکھوں، اس لئے کہ مومن کی آنکھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی سے ٹھنڈی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ آنکھیں ٹھنڈی چیز سے ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ اطاعت خداوندی کا مزاج ٹھنڈا ہے اور معصیت کا مزاج گرم ہے کیونکہ معصیت کا تعلق جہنم سے ہے۔

اس لئے نبی کریم ﷺ نے ایک ہی سلسلہ میں ماء بارد اور اہل کو ملا کر دعا فرمائی کہ اے اللہ اپنی محبت گھر والوں اور ٹھنڈے پانی سے کہیں زائد ہمارے لئے محبوب بنا دے۔ آمین۔

ائمہ نحو کے نزدیک اگرچہ معطوف اور معطوف علیہ میں مناسبت ضروری نہیں، کیونکہ یہ شئے ان کے موضوع بحث سے خارج ہے مگر بلغاء کے نزدیک مناسبت ضروری ہے۔ پس ناممکن ہے کہ نبی اکرم سرور عالم افصح العرب والعجم ﷺ کا کلام فصاحت التیام مناسبت سے خالی ہو۔ جس طرح آیات اور احادیث سے معاصی کے مزاج کا گرم ہونا اور اطاعت کے مزاج کا بارد ہونا معلوم ہوتا ہے اسی طرح کچھ خیال آتا ہے کہ شاید مباحات کا مزاج معتدل ہو نہ حار اور نہ بارد۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

اور دوسری بار دس سال کی عمر میں جو سینہ چاک کیا گیا وہ اس لئے کیا گیا تا کہ قلب مبارک مادہ لہو ولعب سے پاک ہو جائے، اس لئے کہ لہو ولعب خدا سے غافل بنا دیتا ہے اور تیسری بار بعثت کے وقت جو قلب مبارک چاک کیا گیا، وہ اس لئے کہ قلب مبارک اسرار وحی اور علوم الٰہیہ کا تحمل کر سکے۔

اور چوتھی بار معراج کے وقت اس لئے سینہ چاک کیا گیا کہ قلب مبارک عالم ملکوت کی سیر اور تجلیات الٰہیہ اور آیات ربانیہ کے مشاہدہ اور خداوند ذوالجلال کی مناجات اور اس کی بے چون کلام کا تحمل کر سکے۔ غرض یہ کہ بار بار شق صدر ہوا اور ہر مرتبہ کے شق صدر میں جداگانہ حکمت ہے، بار بار شق صدر سے مقصود یہ تھا کہ قلب مطہر و منور

طہارت ونورانیت انتہا کو پہنچ جائے۔

مہرِ نبوت:۔

جب کسی شے کی حفاظت مقصود ہوتی ہے تو مہر لگا دیتے ہیں تا کہ جو شے اس میں رکھ دی گئی ہے، وہ اس میں سے نکلنے نہ پائے۔ جواہرات بھر کر تھیلی پر مہر لگا دیتے ہیں تا کہ کوئی موتی نکلنے نہ پائے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے قلب مبارک کو علم وحکمت سے بھر کر، دوشانوں کے درمیان مہر لگا دی گئی تا کہ اس خزینہ سے کوئی شے ضائع نہ ہونے پائے۔

جس طرح شق صدر سے قلب کا اندرونی حصہ شیطان سے پاک کر دیا گیا اسی طرح دوشانوں کے درمیان قلب کے مقابل بائیں جانب ایک مہر لگا دی گئی تا کہ قلب شیطان کے وسوسوں اور بیرونی حملوں سے محفوظ ہو جائے، اس لئے کہ شیطان اسی جگہ سے وسوسے ڈالتا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ کسی شخص نے حق جل شانہ سے درخواست کی، اے رب العالمین مجھ کو شیطان کے وسوسے کا راستہ دکھلا کہ وہ کس راہ سے آ کر آدمی کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے تو من جانب اللہ دوشانوں کے درمیانی جگہ جو قلب کے مقابل بائیں جانب ہے وہ دکھلائی گئی کہ شیطان اس راہ سے آتا ہے اور جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو فوراً پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح قلب مبارک کا اندرونی حصہ شق صدر کے ذریعہ مادہ شیطانی سے پاک کر دیا گیا اسی طرح پشت کی جانب مہر لگا کر باہر سے بھی شیطان کی آمد کا راستہ بند کر دیا گیا۔

مہرِ نبوت کب لگائی گئی:۔

بعض کہتے ہیں مہر نبوت ابتدائے ولادت سے تھی اور علماء بنی اسرائیل آپ کو اسی علامت سے جانتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ شق صدر کے بعد مہر لگائی گئی۔ پہلا قول

زیادہ صحیح اور راجح ہے جیسا کہ بعض روایات سے صراحتہً معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش ہی مہر نبوت کے ساتھ ہوئی ہے اور عجب نہیں کہ جن روایات میں شق صدر کے بعد مہر نبوت کا لگانا مذکور ہے وہ سابق مہر نبوت کی تجدید اور اعادہ ہو۔ اس طرح سے تمام روایات میں تطبیق اور توفیق ہو جاتی ہے۔

شق صدر کے واقعہ سے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو اندیشہ ہوا کہ مبادا آپ ﷺ کو کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے اس لئے آپ ﷺ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس مکہ لے کر حاضر ہوئیں اور تمام واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کو سن کر بالکل ہراساں نہ ہوئیں اور ان انوار و تجلیات اور ان خیرات اور برکات کا جو زمانہ حمل اور ولادت باسعادت کے وقت ظاہر ہوئے تھے ذکر کر کے یہ فرمایا کہ میرے اس بیٹے کی شان بہت بڑی ہو گی۔ اس مولود مسعود تک شیطان کی رسائی ناممکن ہے تم مطمئن رہو اس کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتی۔

وہم حماد بن سلمہ کا:۔

صحیح مسلم، مسند احمد، ابن سعد اور دلائل ابو نعیم میں ایک ہی سلسلہ سے مذکور روایت ہے یعنی حماد بن سلمہ، ثابت البنانی سے اور ثابت، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ روایت حضور اکرم ﷺ کے بچپن کے شق صدر کی سب سے زیادہ صحیح اور محفوظ روایت ہے۔

> "حضور اکرم ﷺ اپنے بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے جنگل میں گئے ہوئے تھے۔ جب آدھا دن گزر گیا تو ضمرہ خدیجہ کا لڑکا ابا جان، اماں جان پکارتا ہوا، بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا محمد (ﷺ)! ہمارے ساتھ کھڑے تھے کہ اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور ان کے قریب آ کر انہیں ہمارے درمیان پہاڑ پر لے گیا اور لٹا کر ان

کا شکم مبارک چاک کیا۔ آگے ہم نہیں جانتے کہ ان کا کیا حال ہوا۔ اس پر حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر دوڑتے ہوئے جب آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ ﷺ پہاڑ پر بیٹھے ہوئے آسمان کی جانب دیکھ رہے ہیں جب آپ ﷺ نے ہمیں دیکھا تو تبسم فرمایا۔"

نیز ابو یعلیٰ، ابونعیم اور ابن عساکر، شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

"ایک روز میں بنی لیث بن بکر میں اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ وادی میں تھا کہ یکا یک میری نظر تین اشخاص پر پڑی ان میں سے ایک کے ہاتھ میں سونے کا طشت تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کی لگن تھی جو برف سے لبریز تھی پھر مجھے اپنے ساتھیوں کے درمیان سے پکڑا میرے سارے ساتھی اپنے محلے کی جانب بھاگ گئے۔ اس کے بعد ان تینوں میں سے ایک نے مجھے زمین پر لٹایا اور ایک نے میرے سینہ کو جوڑوں کے پاس سے ناف تک چیرا اور مجھے کسی قسم کا درد محسوس نہیں ہوا۔ اس کے بعد پیٹ کی رگوں کو نکالا اور اس برف سے اسے خوب غسل دیا، پھر اسے اپنی جگہ دیکھ کر میں کھڑا ہو گیا۔ دوسرے شخص نے اس سے کہا اب تم ہٹ جاؤ اس کے بعد اس نے اپنے ہاتھ کو میرے جوف میں ڈال کر میرا دل نکالا۔ میں اسے دیکھ رہا ہوں پھر اسے چیرا اور اس سے سیاہ لوتھڑا نکالا۔ ایک

روایت میں یہ بھی ہے کہ سیاہ نکتہ کو نکالا اور اسے پھینک دیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے، پھر اسے اس چیز سے بھرا جو ان کے پاس تھی۔ ایک روایت میں اسے شکبہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اپنے داہیں طرف اور بائیں طرف کچھ اشارہ کیا یعنی کہ وہ کوئی چیز مانگ رہے ہو۔ تو انہوں نے ایک انگشتری نور کی دی جس کی نورانیت سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ اس کے بعد میرے دل پر مہر لگائی اور میرا دل نور سے لبریز ہو گیا۔ اور وہ نور نبوت و حکمت کا تھا پھر دل کو اپنی جگہ پر رکھ دیا تو میں اس مہر کی سردی و خوشی عرصہ دراز تک محسوس کرتا رہا۔ اس کے بعد مواہب کے الفاظ ہیں کہ کہا:

فَوَجَدْتُ بَرْدَ ذٰلِكَ الْخَاتَمِ فِيْ صَدْرِيْ

تو میں نے اس مہر کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ:

"ہم رسول اکرم ﷺ کے سینہ و شکم مبارک پر اس جوڑ کے نقش و نشان کو سیدھی لکیر کی مانند دیکھا کرتے تھے۔"

شق صدر کی صحیح کیفیت:۔

صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف اور نسائی وغیرہ میں متعدد روایتوں اور طریقوں سے شق صدر کی صحیح کیفیت معراج کی حالت کے سلسلہ میں مذکور ہے کہ ایک شب حضور اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں آرام فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ کی آنکھیں سو رہی تھی مگر آپ ﷺ کا دل بیدار تھا کہ اسی اثنا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائے اور آپ ﷺ کو اٹھا کر وہ چاہ زم زم کے پاس لے

گئے یا پھر آبِ زم زم سے دھویا۔ اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا لایا گیا پھر اس طشت کے سرمایہ کو سینہ مبارک میں بھر کر شگاف کو برابر کر دیا گیا، اس کے بعد فرشتے آپ ﷺ کو آسمان کی طرف لے چلے۔

آنحضرت ﷺ کا اپنے بارے میں ارشاد:۔

ابن ہشام اپنی کتاب ''سیرتِ ہشام'' میں رقم طراز ہیں کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسولِ خدا ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اپنا کچھ حال ہم سے بیان فرمائیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اچھا تو میں بیان کرتا ہوں کہ میں اپنے پدرِ بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ جب میری والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو میرا حمل ہوا تو اُنہوں نے دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک ایسا نور نکلا، جس کی رشنی میں ان کو ملک شام کے محل نظر آئے اور قبیلہ بنی سعد بن بکر کی ایک عورت کو مجھے دودھ پلانے کے واسطے سپرد کیا، ایک روز کا ذکر ہے کہ میں اپنے بھائی کے ساتھ اپنے گھر کی پشت پر بکریاں چرا رہا تھا کہ یکا یک دو آدمی سفید کپڑے پہنے ہوئے ایک سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا لے کر آئے اور مجھ کو پکڑ کر انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور میرے دل کو نکال کر شگاف دیا اور اس میں سے ایک سیاہ ٹکڑا نکال کر پھینک دیا، پھر میرے سینہ اور دل کو اس برف سے دھویا، یہاں تک کہ خوب پاک کر دیا، پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ''ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ ان کو وزن کرو۔''

چنانچہ ان کے ساتھ مجھ کو وزن کیا گیا، میں ان پر غالب ہوا پھر کہا:

''سو آدمیوں کے ساتھ ان کو وزن کرو۔''

پس میں ان پر بھی غالب رہا۔ پھر کہا:

''ہزار آدمیوں کے ساتھ ان کا وزن کرو۔''

پس میں ان پر بھی غالب ہوا، اس شخص نے کہا:

''قسم ہے خدا کی، اگر ساری امت کے ساتھ ان کو وزن کرو گے تب بھی ان پر غالب ہوں گے۔''

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں، میں نے بھی چرائی ہیں۔''

حضورِ اکرم ﷺ کا واپسی پر کھو جانا:۔

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب شق صدر کا قضیہ پیش آیا تو میرے شوہر اور دوسرے لوگوں نے مجھے یہی مشورہ دیا کہ اس سے پہلے آپ ﷺ کو کوئی گزند پہنچے بہتر یہی ہے کہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دینا چاہیے حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

ہم حضورِ اکرم ﷺ کو لے کر مکہ مکرمہ کی طرف چل دیئے۔ جب ہم مکہ مکرمہ کے قرب و جوار میں پہنچے تو میں حضورِ اکرم ﷺ کو

ایک جگہ بٹھا کر قضائے حاجت کے لیے چلی گئی جب واپس آئی تو حضورِ اکرم ﷺ کو اس جگہ موجود نہ پایا۔ بہت تلاش و جستجو کی مگر کوئی نام و نشان نہ پایا۔ ناامید ہو کر سر پر ہاتھ مار کر وَامُحَمَّدَاہ وَوَالِدَاہ کہہ کر پکارنے لگی۔ اتنے میں ایک بوڑھا شخص لاٹھی ٹیکتا ہوا میرے پاس آیا اس نے مجھ سے کہا اے سعدیہ! کیا بات ہے کیوں نالہ وشیون کر رہی ہو؟ میں نے کہا کہ میں نے محمد (ﷺ) بن عبداللہ کو ایک مدت تک دودھ پلایا ہے اب میں انہیں لے کر ان کی والدہ اور دادا کے سپرد کرنے آئی تھی لیکن وہ مجھ سے گم ہو گئے ہیں۔ بوڑھے نے کہا روؤ نہیں غم نہ کھاؤ میں تمہیں اس کی رہنمائی کرتا ہوں جہاں وہ ہوں گے۔ اگر اس نے چاہا تو ممکن ہے کہ تمہیں ان تک پہنچا دے۔ اس پر حضرت خدیجہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے کہا میری جان تم پر قربان! بتاؤ وہ کون ہے؟ بوڑھے نے کہا وہ بڑا بت ہے جس کا نام ہبل ہے وہ بڑا مرتبہ والا ہے وہ جانتا ہے کہ تمہارا فرزند کہاں ہے میں نے کہا خرابی ہو تیری! کیا تو نہیں جانتا اور تو نے نہیں سنا کہ اس فرزند کی ولادت کی رات میں بتوں پر کیا گزری تھی۔ وہ سب ٹوٹ کر اوندھے گر پڑے تھے۔ بوڑھا زبردستی مجھے ہبل کے پاس لے گیا اور اس کا چکر لگوایا اور میرا مقصد اس نے بت کے سامنے بیان کیا تو ہبل سر کے بل گر پڑا اور دوسرے تمام بت اوندھے ہو کر گر پڑے۔ ان کے خول سے یہ آواز آئی اے بوڑھے ہمارے سامنے سے دور ہو اور اس فرزند جلیل کا ہمارے سامنے نام نہ لے۔ کیونکہ اس ذات مبارک کے

ہاتھ سے ہماری ہلاکت تمام بتوں کی تباہی اور تمام پجاریوں کی بربادی ہوگی۔ اس کا رب انہیں ہرگز ضائع نہ کرے گا اور وہ ہر حال میں اس کا محافظ ہے۔

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں حضورِ اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے پاس آئی۔ جب اُن کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا کیا بات ہے میں تمہیں فکرمند اور پریشان دیکھ رہا ہوں۔ اور ہمارا محمد (ﷺ) تمہارے ساتھ نہیں ہے؟ میں نے کہا اے ابو الحارث میں محمد (ﷺ) کو خوب اچھی طرح لا رہی تھی جب میں مکہ میں داخل ہوئی تو میں انہیں بٹھا کر قضائے حاجت کے لئے چلی گئی واپسی پر وہ غائب ملے۔ ان کی جستجو و تلاش میں بہت زیادہ سرگرداں رہی مگر کوئی خبر نہ پا سکی یہ سن کر حضرت عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور قریش کو آواز دی کہ اے آلِ غالب میرے پاس آؤ جب تمام قریش جمع ہو گئے تو قریش نے کہا اے سردار! آپ کو کیا معاملہ درپیش ہے؟ فرمایا میرا فرزند محمد (ﷺ) گم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور تمام قریش سوار ہو کر حضور ﷺ کی تلاش میں نکلے اور مکہ کی اعلیٰ و اسفل، ہر جگہ میں تلاش کیا مگر حضور ﷺ نہ ملے اس کے بعد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں آئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اور بارگاہ الٰہی میں مناجات کی تو یہاں آپ رضی اللہ عنہ نے ہاتف غیبی کی آواز سنی کہ اے لوگو غم نہ کھاؤ کیونکہ محمد ﷺ کا خدا محافظ ہے وہ آپ کو اپنی حفاظت سے کبھی دور نہ

فرمائے گا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا اے ہاتف غیبی مجھے بتاؤ کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ اس نے کہا تہامہ کی وادی میں ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ وادی تہامہ کی جانب چل دیئے راہ میں واقہ بن نوفل ان کے سامنے آئے وہ بھی ان کے ہمراہ ہو لئے یہاں تک کہ جب وادی تہامہ پہنچے تو دیکھا کہ حضور ﷺ کھجور کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں اور اس کے پتے چن رہے ہیں عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

مَنْ اَنْتَ يَا غُلَامُ

اے فرزند تم کون ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا میری جان تم پر قربان ہو، میں تمہارا دادا عبدالمطلب ہوں، اس کے بعد انہوں نے حضور ﷺ کو سواری پر اپنے آگے بٹھایا اور خوش خوش مکہ مکرمہ لے آئے، بہت سا سونا اور بے شمار اونٹ صدقہ میں دیئے، حلیمہ سعدیہ کو قسم قسم کے انعام و اکرام سے مالا مال کیا اور وہ اپنے قبیلہ کی جانب لوٹ گئیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی تربیت

جب حضورِ اکرم ﷺ کو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر لے گئی تو وہاں ہر شخص آپ ﷺ سے بہت ہی زیادہ پیار کرتے تھے اور آپ ﷺ پر اپنی جان چھڑکتے تھے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے آنے سے اُن کے دن پھر گئے۔ ہر وقت اُن کے گھر میں فیوض و برکات کی بارش ہوتی رہتی اور اہل خانہ خدا کی نعمتوں کو سمیٹتے رہتے۔

حضورِ اکرم ﷺ اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ کھیلتے، خصوصاً حضرت شیما رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھیلتے اور حضرت حارث رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر سیر کرواتے۔

حضورِ اکرم ﷺ کے رضاعی بہن بھائیوں میں سے حضرت شیما بنت حارث رضی اللہ عنہا کو ننھے حضور ﷺ سے بہت ہی زیادہ پیار و انس تھا اور وہ حضور ﷺ سے بہت ہی زیادہ محبت کرتی تھی۔

بھوک اور پیاس کی شکایت کبھی نہ کرنا:۔

آپ ﷺ کا بچپن جن جن لوگوں نے دیکھا ہے وہ سب اس بات پر شاہد ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا، ناواجب مذاق نہیں کیا، کبھی مانگ کر کھانا نہیں کھایا بلکہ جو کچھ کھانے کو دیا جاتا وہ کھا لیتے، کبھی بھی کھانے والی چیزوں پر کوئی نقص یا عیب نہیں نکالا۔

حضرت اُم ایمن (برکہ) رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

''میں نے کبھی حضورِ اکرم ﷺ کو بھوک و پیاس کی شکایت کرتے نہ دیکھا۔ جب صبح ہوتی تو ایک پیالہ زم زم کا نوش فرماتے اور شام تک کچھ طلب نہ فرماتے اکثر ایسا ہوا کہ دوپہر کے وقت کھانے کے لئے عرض کیا جاتا تو فرماتے مجھے کھانے کی رغبت نہیں ہے۔''

اسی روایت کو ابن سعد دوسری طرح سے روایت کرتے ہیں (جس میں چند الفاظ زیادہ ہیں) کہ:

''آپ ﷺ نے بچپن میں اور نہ بڑے ہو کر بھوک پیاس کی کبھی شکایت کی۔''

امین اور صادق:۔

آپ ﷺ چھوٹی عمر ہی سے امین اور صادق کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ کبھی بھی امانت میں خیانت نہیں کرتے تھے اور ہر وقت سچ بولتے تھے۔

چھوٹی عمر ہی سے آپ ﷺ کی شرافت نفس، اخلاق فاضلہ، فہم و فراست کے غیر معمولی آثار، دیانت و امانت کے اعلیٰ ترین شاہکار، آپ ﷺ کی ذات اقدس میں ہمہ وقت مشاہدہ کیے جا سکتے تھے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا پورا گھر روشن ہونا:۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''جب تک آپ ﷺ میرے گھر میں جلوہ افروز رہے، آپ

ﷺ کے چہرۂ مبارک کے نور سے میرا گھر ہمیشہ روشن و درخشاں ہی رہا۔ جب بھی مجھے کبھی اندر جانے کی ضرورت ہوتی تو آپ ﷺ کے نور سے ساری کوٹھری روشن ہو جاتی اور جو چیز مجھے درکار ہوتی میں بڑی آسانی سے اُسے تلاش کر لیتی تھی۔"

مزید فرماتی ہیں کہ:

"جب سے ننھے حضورِ اکرم ﷺ میرے گھر میں رونق افروز ہوئے تھے، مجھے کبھی بھی چراغ جلانے کی ضرورت پیش نہ آئی تھی کیونکہ حضورِ اکرم ﷺ کے مبارک نور سے ہی سارا گھر روشن رہتا تھا۔"

کتاب وحکمت کے معلم:۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ننھے حضورِ اکرم ﷺ کو ہر سال میں دو مرتبہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا سے ملانے لاتیں۔

ایک روایت کے مطابق حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو چار سال اور دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ کو پانچ سال بعد اپنی آغوش مادر میں اس صحرائی تربیت کے شاہکار کو واپس آپ ﷺ کے ٹھکانے پر چھوڑ آئی اور بوجھل دل کے ساتھ واپس اپنے ٹھکانے لوٹیں۔ وہ نور دیدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی زندگی بھر آنکھیں روشن کرتا رہا، خیر و برکت کا دروازہ آپ ﷺ کے طفیل جو کھلا تھا وہ پھر کبھی آپ رضی اللہ عنہا کے گھر اور قبیلہ پر بند نہیں ہوا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ:

"چھوٹی عمر میں آپ ﷺ سے کوئی ایسی گندی حرکت نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ کبھی بھی دوسرے بچوں کی طرح گریہ وزاری نہ

فرماتے تھے۔ حوائج ضروریہ سے فراغت کا وقت متعین تھا۔ آپ ﷺ چاند کی طرف بہت راغب تھے۔ اکثر اس سے باتیں کرتے رہتے، کوئی غیبی ہاتھ آپ ﷺ کا پنگھوڑا ہلاتا رہا۔ بڑے ہوئے تو عام بچوں کی طرح کھیل کود میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔ خود بھی وہاں سے ہٹ جاتے اور انہیں بھی کھیلنے سے منع فرماتے۔''

حضور ﷺ نے جب سے ہوش سنبھالا تو کتاب فطرت کے اوراق، ریگستان کی وسعتوں، آسمان کی رفعتوں، پہاڑوں کی بلندیوں، موسم کی تدریوں، ہوا کی سبک ساریوں اور چشموں کی نغمہ سنجیوں کی صورت میں کھلے تھے۔

بدیوں کی سادہ زندگی، انسانی فطرت کے شریفانہ جوہر اور زبان و بیان کی فصاحت عطا فرمائی جب ہی تو ارشاد ہوا:۔

''میں تم سب سے زیادہ فصاحت ہوں، میں قریشی ہوں اور میری زبان بنی سعد بن بکر کی زبان ہے۔'' (جو صحرائے عرب میں بہت مشہور تھے)۔

ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کی زبان بہت ہی زیادہ فصیح ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''اول تو میں قریش میں سے ہوں اور پھر میں نے بنی سعد کے قبیلے میں دودھ پیا ہے۔''

ہم کو کھیل کود کے لیے پیدا نہیں کیا گیا:۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہنے کے دوران جب حضور اکرم ﷺ بڑا ہوئے اور دوسرے بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا تو کبھی بھی ان کے ساتھ شریک نہیں

ہوئے بلکہ الگ تھلگ ہو کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے دودھ شریک بھائی کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا اور اُنہوں نے آپ ﷺ کو اپنے ساتھ کھیل میں شریک کرنا چاہا تو حضورِ اکرم ﷺ نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

''بھائی! ہم کھیل کود اور باتوں کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔''

ننھے حضورِ اکرم ﷺ بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا کرتے تھے خود کھیل میں حصہ نہیں لیتے تھے اور اگر کبھی کوئی لڑکے آپ ﷺ کو اپنے ساتھ کھیلنے کے لیے بلاتے تو اس کے جواب میں آپ ﷺ فرماتے کہ:

''ہم کو کھیل و کود کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔''

میں بھی بکریاں چراؤں گا:۔

جب ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عمر مبارک تین برس ہوئی تو ایک دن اُنہوں نے اپنی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ:

''اے مادرِ گرامی! مجھے یہ بتائیے کہ میرے بہن بھائی کہاں جاتے ہیں؟''

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

''میری جان آپ ﷺ پر فدا ہو۔ آپ ﷺ کے بہن بھائی تو بکریاں چرانے جاتے ہیں اور شام کو واپس آتے ہیں۔''

اس جواب پر ننھے حضورِ اکرم ﷺ نے جواب دیا:

''اے مادرِ گرامی! مجھے اپنے بھائیوں کے ساتھ جب وہ بکریاں چرانے جاتے ہیں کیونکہ نہیں بھیجتیں تا کہ میں سیر کروں اور تمہاری بکریوں کو چراؤں لہٰذا اب میں بھی اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ

بکریاں چرانے جایا کروں گا۔"

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو بہت روکا لیکن آپ ﷺ نہ مانے اور بہت ہی زیادہ اصرار کیا تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو اجازت دے دی۔ آپ ﷺ ہر روز اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرانے جایا کرتے تھے۔

جب سے ننھے حضورِ اکرم ﷺ اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرانے کے لیے جانے لگے تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی بکریوں میں روز افزوں ترقی ہونے لگی اور وہ زیادہ سے زیادہ دودھ دینے لگیں اور بکرے بھی موٹے تازے ہونے لگے اور چراگاہوں میں ہریالی بڑھنے لگی یہ دیکھ کر بنوسعد بہت خوش ہوئے۔

یہودی کا چلا کر کہنا "اسے بچے کو قتل کر دو!"

ایک بار حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر ہذیل کے ایک قیافہ شناس کے پاس پہنچیں۔ وہ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی چلا اٹھا!

"اے قومِ عرب! اس بچے کو فوراً قتل کر دو کیونکہ عنقریب یہ تمہارے ہم مذہب لوگوں کو مارے گا اور تمہارے بتوں کو بھی توڑ دے گا اور تم پر غالب آجائے گا۔"

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو وہ آپ ﷺ کو لے کر وہاں سے فوراً واپس چلی آئیں۔

بچپن کی ادائیں:۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

"آپ ﷺ کا گہوارہ یعنی جھولا فرشتوں کے ہلانے سے ہلتا تھا

اور آپ ﷺ بچپن میں چاند کی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ فرماتے
تھے تو چاند آپ ﷺ کی انگلی کے اشاروں پر حرکت کرتا تھا۔
جب آپ ﷺ کی زبان کھلی تو سب سے اول جو کلام آپ
ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا۔
اللہ اکبر ! اللہ اکبر ! الحمد للہ رب العالمین و سبحان اللہ
بکرۃ واصیلاً۔"
اور رات کے وقت آپ ﷺ کے دل مبارک کو یہ فرماتے ہوئے
سنتی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قُدُّوْسًا نَامَتِ الْعُیُوْنُ وَالرَّحْمٰنُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ
وَّلَا نَوْمٌ۔

یہ تمہارے بت توڑ دے گا:۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:
"جب بھی میں کبھی حضور اکرم ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر بازار
میں کاہنوں کے پاس جاتی تو وہ بھی آپ ﷺ کو مار ڈالنے کی
صدائیں بلند کرتے اور کہتے:
اس بچے کو فوراً مار ڈالو ورنہ یہ بڑا ہو کر تمہارے ہم مذہبوں کو قتل
کر دے گا، تمہارے بت توڑ ڈالے گا اور تم پر حکومت کرے گا۔"
مزید بیان کرتی ہیں کہ:
"جب بھی ہمارے ہاں کسی یہودی جماعت کا گزر ہوتا تو میں ان
کو آپ ﷺ کے حالات بتاتی تو وہ لوگ آپ ﷺ کو فوراً مار
ڈالنے کی ترغیب دیتے۔"

السلام علیک یا رسول اللہ (ﷺ):۔

جب سے ننھے حضورِ اکرم ﷺ اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے جانے لگے تو جلد ہی آپ ﷺ کے رضاعی بہن بھائیوں نے ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا۔ انہوں نے دیکھا کہ جب آپ ﷺ کسی چٹان یا درخت کے پاس سے گزرے تو درختوں اور پتھروں میں سے عجیب سی یہ آواز نکلی:

''السلام علیک یا رسول اللہ! السلام علیک یا رسول اللہ!''

''یعنی کہ اے اللہ کے نبی (ﷺ)! آپ ﷺ پر سلام ہو۔''

بچے اس کو سن کر بہت حیران ہوئے اور

بچے اس بات پر بہت ہی زیادہ حیران ہوئے اور واپس آکر اپنی والدہ ماجدہ کو سارا ماجرا سنایا تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا یہ جان گئی تھی کہ اُن کا یہ رضاعی بیٹا کوئی معمولی لڑکا نہیں ہے۔

انہوں نے اپنے بچوں سے کہا:

بچو! اس بات کا ذکر کسی سے بھی نہ کرنا۔ تمہارا بھائی کوئی معمولی لڑکا نہیں ہے۔ وہ بڑا ہو کر سردار بننے والا ہے۔ اس کی بہت ہی زیادہ دیکھ بھال کرو اور یہ خیال رکھو کہ انہیں کوئی تکلیف یا گزند نہ پہنچے۔''

بچے اپنی ماں کی یہ بات سن کر پہلے سے بھی زیادہ حضورِ اکرم ﷺ کا خیال رکھنے لگے اور جان چھڑکنے لگے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

''جب پہلے دن ننھے حضورِ اکرم ﷺ اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرانے کے لیے گئے تو ہم لوگ اُس

دن شام کو ان کے انتظار میں باہر نکل کر کھڑے ہو گئے۔ ہم نے دیکھا کہ جب حضورِ اکرم ﷺ واپس آ رہے تھے تو اُن کے نور کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور بکریاں اُن کے مبارک قدموں سے لپٹی چلی جاتی تھیں۔ ایک بکری کا پاؤں میرے لڑکے سے ٹوٹ گیا تھا جب آپ ﷺ نے اُس بکری کے پاؤں پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو وہ فوراً اچھی ہو گئی۔"

اس کے بعد میں نے اپنے اس لڑکے سے یہ دریافت کیا کہ اے میرے پیارے بیٹے!

"آج تم نے اپنے بھائی محمد (ﷺ) کا کیا حال دیکھا؟

اس کے جواب میں میرے بیٹے نے کہا:

"ماں آج ہم نے ایک عجیب بات دیکھی کہ ہمارے اس بھائی کے سامنے جب بھی کوئی درخت، پتھر، پہاڑ اور جنگل کے جو بھی جانور سامنے آتے، یہ سب بلند آواز سے کہتے تھے "السلام علیک یا رسول اللہ (ﷺ)! اور جہاں جہاں بھی آپ ﷺ قدم رکھتے وہاں فوراً سبزہ نمودار ہو جاتا۔ جب ہم بکریوں کو پانی پلانے کے لیے کنویں کے پاس لے کر گئے تو ہم نے دیکھا کہ کنویں کا پانی جوش مار کر فوراً ابھر گیا۔ ہمیں جنگل میں ایک خونخوار شیر بھی ملا اُس نے جب ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اچانک اُس کی نظر ہمارے رضاعی بھائی حضرت محمد (ﷺ) پر پڑی، تو وہ فوراً ہی آپ ﷺ کے قدموں سے لپٹ گیا اور قدموں پر لوٹ گیا اور کہا "السلام علیک یا رسول اللہ (ﷺ)"۔ پھر محمد (ﷺ) نے اس

کے کان میں کچھ فرمایا تو وہ اسی وقت وہاں سے چلا گیا۔

اس پر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

''میں نے اپنے بچوں سے کہا کہ اس بات کا ذکر کسی سے بھی نہ کرنا''

بے باکی جرأت اور فصاحت و بلاغت:-

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی رقم طراز ہیں کہ:

حضور ﷺ نے اپنے جو ابتدائی سال بنی سعد کے درمیان صحرا میں گزارے۔ وہاں گزرے ہوئے وقت میں صحت و تندرستی، بے باکی جرأت، فصاحت و بلاغت اور قوت جیسی صفات سے مالا مال ہوئے۔ بچپن ہی میں بہترین شہ سوار تھے۔ اس صحرا میں آپ ﷺ کی صلاحیتوں کو پروان چڑھنے اور سورج کی دھوپ اور کھلی ہوا میں جسمانی و روحانی تربیت حاصل کرنے کے بہترین مواقع میسر آئے۔ آپ ﷺ بچپن ہی سے نجابت و شرافت کا پیکر تھے۔ ہوش مندی اور بیداری مغز کی چہرے سے عیاں تھی، جو ہر ایک کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی۔''

آپ ﷺ اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے جاتے تو قدرت کی ہر چیز کو بڑی غور و فکر سے دیکھتے اور اپنے بہن بھائیوں یا پھر اپنی رضاعی والدہ سے اس کے بارے میں مختلف سوالات کیا کرتے اور ایسے ایسے سوالات پوچھا کرتے کہ وہ دنگ رہ جاتے۔ یہ عقلمندانہ باتیں دیکھ کر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بہت ہی زیادہ خوش ہوتی۔

رشتہ رضاعت کے لیے ابرو جود کا برسنا:-

حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے اپنی رضاعت کا عمر بھر خیال رکھا اور پھر حضورِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے خلفاء کرام نے بھی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا احترام ملحوظ رکھا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جب بھی آتیں، آپ ﷺ اُٹھ کر ان کا استقبال فرماتے اُن کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتے۔ جب حضورِ اکرم ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہونے کے بعد ایک دفعہ آئیں تو حضورِ اکرم ﷺ سے اپنے قبیلے کی خشک سالی اور جانوروں کی ہلاکت کا شکوہ کیا۔

حضورِ اکرم ﷺ نے اس موقع پر انہیں چالیس بکریاں اور ساز و سامان خورد و نوش سے لدا ہوا اونٹ عطا فرمایا اور اُن کے حق میں دُعا بھی فرمائی۔

جب حضورِ اکرم ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حارث رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور آپ ﷺ کے دستِ حق پرست پر ایمان کی دولت بھی پائی۔ آپ ﷺ کے رضاعی بہن شیما رضی اللہ عنہا اور بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

حضرت عمر بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

> ”ایک عورت آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تو آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو ”میری ماں، میری ماں“ کہتے ہوئے بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور زمین پر اپنی چادر مبارک بچھا کر اُس پر انہیں بٹھایا اور ان کی ہر ضرورت پوری فرمائی۔“

ایک دفعہ حضورِ اکرم ﷺ کے رضاعی بھائی عبداللہ نے کسی وقت آپ ﷺ

سے پوچھا تھا:

''کیا اب کسی کی بعثت ہونے والی ہے۔''

اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، قیامت کے دن میں تجھے پہچان کر تیرا ہاتھ پکڑ لوں گا۔''

۸ ہجری میں جب مکہ فتح ہوا تو اس کے بعد غزوہ حنین ہوا جس میں حضورِ اکرم ﷺ کے مدمقابل قبیلہ بنو ہوازن اور بنو سعد بن بکر کے قبیلے بھی شامل تھے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد بہت سا مال و منال اور مرد و زن مالِ غنیمت میں آئے اور مجاہدین میں تقسیم ہو گئے۔ حضور ﷺ لوٹتے ہوئے مقام جعرانہ میں مقیم تھے کہ ہوازن کا ایک وفد حاضر خدمت ہوا اور ایمان لے آیا۔

اُس نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ:

''اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ ﷺ نے اس جنگ میں جن لوگوں کو قیدی بنایا ہے اُن میں آپ ﷺ کی بہنیں، خالائیں، پھوپھیاں بھی شامل ہیں جو آپ ﷺ کے دور کے رشتے دار ہیں، وہ بھی آپ ﷺ سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، انہوں نے آپ ﷺ کو اپنی گود میں اٹھایا ہے، اپنی آغوش میں بٹھایا ہے، زانوؤں پر کھلایا ہے اور اپنی چھاتیوں سے آپ ﷺ کو دودھ پلایا ہے۔ آپ ﷺ تو بہترین کفیل ہیں۔''

اس کی تقریر سن کر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم نے آنے میں بہت دیر کر دی، مجھے گمان تھا کہ شاید تم نہ آؤ۔

اب تو سب کچھ بانٹا جا چکا ہے۔ اب تم اس طرح کرو کہ جب میں
نمازِ ظہر پڑھا کر فارغ ہو جاؤں تو تم مسلمانوں سے کہنا کہ رسول
اللہ ﷺ کے طفیل اور رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کی بدولت
ہم شفاعت کے طلب گار ہیں۔"

اُنہوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے انہیں کرنے کا کہا تھا اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے اپنے اور بنی عبدالمطلب کے حصہ کے بنی ہوازن کے لونڈی و غلام انہیں واپس کر دیئے۔ یہ دیکھ کر مہاجرین و انصار نے بھی اپنے اپنے حصے پیش کر دیئے۔ قبائل عرب نے بھی ان کی تقلید کی۔

یوں آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ رشتہ رضاعت کے لیے جود و کرم کی بارش بن کر برسی۔ درود و سلام ہو ہوازن کے اُس شیر پر جس نے اپنے قبیلے کے ہزاروں مردوں اور عورتوں کو آزادی دلائی اور ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا۔

ماں کی پرشفقت آغوش میں پرورش پانا

اللہ تعالیٰ ہرگز انہیں ضائع نہیں کریں گے:۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سعادتوں اور نیک بختوں کے اس منبع کو اس کے والدہ اور دادا کے پاس لوٹانے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوئیں۔

غیب سے ندا آئی:

''اے مکہ کی سرزمین! تجھ کو مبارک ہو۔ آج سے تیرا نورِ کمال اور تیرا چاند واپس آرہا ہے۔ آج سے مکہ کی سرزمین قحط سے محفوظ ہوگئی، اور اب قیامت تک خزانوں سے مالا مال ہوگئی۔''

اور جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضورِ اکرم ﷺ کو لے کر حرم کے متصل پہنچیں تو ایک آواز سنی:۔

''اے حلیم! تجھ کو بہت بہت مبارک ہو آج آفتاب جود وسخا، شاہِ جواں دولت تشریف لاتا ہے۔''

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضورِ اکرم ﷺ کو لے کر مکہ کے قرب و جوار کے قریب پہنچیں تو انہوں نے حضورِ اکرم ﷺ کو ایک جگہ بٹھایا اور خود قضائے حاجت کے لیے چلی گئیں جب وہ واپس آئی تو انہوں نے حضورِ اکرم ﷺ کو وہاں پر موجود نہ پایا جہاں پر وہ چھوڑ کر گئی تھی اس پر وہ بہت گھبرا گئی اور انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا

اور لوگوں سے کہا:

"یہاں پر میرا بچہ تھا۔"

لوگوں نے پوچھا:

"کون سا بچہ؟"

اس پر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں:

"وہی بچہ جو میرے ساتھ تھا جس کا نام محمد (ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے۔ جو میرا سرمایہ افتخار، میرا مخزن اعتبار، میرا باعث روزگار تھا اس کو میں اس کی والدہ ماجدہ کے پاس واپس لوٹانے کے لیے آئی تھی۔ وہ ابھی تو یہاں پر ہی تھا اگر وہ مجھے نہ ملے تو میں اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دوں گی۔"

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کو اِدھر اُدھر تلاش کیا مگر حضورِ اکرم ﷺ انہیں نہ مل سکیں تو وہ ناامید ہو گئیں اور:

وَامُحَمَّدَاهُ وَوَلَدَاهُ

کہتی بلک بلک کر رونے لگیں۔ اتنے میں ایک بوڑھا شخص لاٹھی ٹیکتا ہوا حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا:

"کیا بات ہے کیوں نالہ و شیون کر رہی ہو؟"

میں نے ان سے کہا:

"میں نے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کو ایک مدت تک دودھ پلایا ہے اب میں انہیں لے کر ان کی والدہ اور دادا کے سپرد کرنے آئی تھی لیکن وہ مجھ سے گم ہو گئے ہیں۔"

بوڑھے نے کہا روؤ نہیں اور غم نہ کھاؤ میں تمہیں اس کی رہنمائی کرتا ہوں

جہاں وہ ہوں گے اگر اس نے چاہا تو ممکن ہے کہ تمہیں ان تک پہنچا دے۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ:

''میری جان تم پر قربان، بتاؤ وہ کون ہے؟''

بوڑھے نے کہا کہ:

''وہ بڑا بت ہے اس کا نام ہبل ہے وہ بڑا مرتبہ والا ہے وہ جانتا ہے کہ تمہارا فرزند کہاں ہے اُس سے جا کر معلوم کرو۔''

میں نے اُس سے کہا کہ:

''میں نے کہا خرابی ہو تیری، کیا تو نہیں جانتا اور تو نے نہیں سنا کہ اس فرزند کی ولادت کی رات بتوں پر کیا گزری تھی۔ وہ سب اوندھے گرے ہوئے تھے۔''

اس پر بوڑھا مجھے زبردستی اس بت کے پاس لے گیا اور اس کے چکر لگوایا۔ چکر لگوانے کے بعد اس نے بت سے سارا واقعہ بیان کیا۔

''ہبل نے یہ سارا واقعہ سنا تو وہ سر کے بل گر پڑا اور دوسرے تمام بت بھی اوندھے ہو کر گر پڑے۔ ان کے خول سے یہ آواز آئی اے بوڑھے ہمارے سامنے سے دور ہو اور اس فرزند جلیل کا نام ہمارے سامنے نہ لے کیونکہ ان کی ذاتِ مبارک کے ہاتھ سے ہماری ہلاکت تمام بتوں کی تباہی اور تمام پجاریوں کی بربادی ہوگی۔ ان کا رب انہیں ہرگز ضائع نہیں کرے گا اور وہ ہر حال میں اُس (محمد ﷺ) کا محافظ ہے۔''

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ڈرتی تھی کہ جب سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو حضرت محمد ﷺ کی گمشدگی کا پتہ چلے گا تو ان پر کیا گزرے گی آخر وہ سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

کے پاس گئی تو انہوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا چہرہ دیکھ کر فرمایا کہ:

"کیا بات ہے تو مجھے پریشان دکھائی دے رہی ہو، اور ہمارا محمد (ﷺ) تمہارے ساتھ نہیں ہے؟"

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"اے ابوالحارث میں محمد (ﷺ) کو خوب اچھی طرح لا رہی تھی جب میں مکہ میں داخل ہوئی تو میں انہیں بٹھا کر قضائے حاجت کے لئے چلی گئی واپسی پر وہ غائب ملے۔ ان کی جستجو و تلاش میں بہت زیادہ سرگرداں رہی مگر کوئی خبر نہ پا سکی۔"

یہ سن کر حضرت عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور قریش کو آواز دی کہ اے آلِ غالب میرے پاس آؤ جب تمام قریش جمع ہو گئے تو قریش نے کہا اے سردار! آپ رضی اللہ عنہ کو کیا معاملہ درپیش ہے؟

اس پر سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میرا فرزند محمد (ﷺ) گم ہو گیا ہے میرے ساتھ ڈھونڈنے چلو۔"

قریش نے کہا:

"سردار آپ تشریف رکھیں، ہم آپ کے بیٹے کو جنگلوں، پہاڑوں، صحراؤں میں تلاش کریں گے۔"

قریش کے پرجوش نوجوانوں نے سردار عبدالمطلب سے قسمیں کھائیں کہ:

"جب تک ہم آپ کے بیٹے محمد (ﷺ) کو تلاش نہیں کر لیتے، نہ ہم کھانا کھائیں گے، نہ ہی نہائیں گے اور نہ ہی کوئی خوشبو استعمال کریں گے۔"

جب سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور تمام قریش حضور ﷺ کی تلاش میں ناکام

ہو گئے۔ اور اُنہیں حضورِ اکرم ﷺ کہیں پر بھی نہ ملے تو سردار عبدالمطلب مسجد حرام میں داخل ہوئے اور خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے، پہلے تو طواف کیا اور پھر بارگاہِ الٰہی میں التجا کی۔

''اے میرے پیارے ربِ کریم! میری کسی سواری پر سوار ہو کر چلے جانے والے سوار یعنی محمد (ﷺ) کو مجھ پر لوٹا دے، اور مجھ پر تو اپنا خصوصی کرم فرما۔''

ایک روایت کے مطابق سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے یوں کہا تھا کہ:

''اے میرے اللہ! میرے پردیسی اور مفقود الخبر سوار کو واپس فرما اور مجھے احسان و کرم سے سرفراز فرما دے، اور تو نے ان کو میرا دست و بازو اور معاون و مددگار بنایا تھا۔

یہاں سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ہاتف غیبی کی آواز سنی کہ:

''اے لوگو غم نہ کھاؤ کیونکہ محمد ﷺ کا خدا محافظ ہے وہ آپ کو اپنی حفاظت سے کبھی دور نہ فرمائے گا۔''

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اے ہاتف غیبی مجھے بتاؤ کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟''

اس نے کہا:

''تہامہ کی وادی میں ایک شجر یمن کے نیچے تشریف فرما ہیں۔''

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ وادی تہامہ کی جانب چل دیئے راہ میں واقہ بن نوفل ان کے سامنے آئے وہ بھی ان کے ہمراہ ہو لئے یہاں تک کہ جب وادی تہامہ پہنچے تو دیکھا کہ حضور ﷺ کھجور کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں اور اس کے پتے چن رہے ہیں عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

مَنْ اَنْتَ یَا غُلَامُ

''اے فرزند تم کون ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا میری جان تم پر قربان ہو، میں تمہارا دادا عبدالمطلب ہوں، اس کے بعد انہوں نے حضور ﷺ کو سواری پر اپنے آگے بٹھایا اور خوش خوش مکہ مکرمہ لے آئے۔''

شرف النبی میں لکھا ہے کہ:

''سردار عبدالمطلب کے حضور ﷺ کے پاس پہنچنے سے پہلے وہاں ابومسعود ثقفی پہنچے کیونکہ وہ آگے آگے جا رہے تھے۔ جب انہوں نے ایک بچہ کو ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا دیکھا تو پوچھا؟

''بیٹا آپ (ﷺ) کون ہیں؟''

اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''ثقفی یہاں سے ہٹ جاؤ۔''

ثقفی حضور اکرم ﷺ کے اس جرأت مندانہ حاضر جوابی سے بہت ہی زیادہ حیران ہوا۔

ابومسعود ثقفی نے دوبارہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا:

''مگر آپ (ﷺ) ہو کون؟

اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں سید عرب کا بیٹا ہوں میرا نام محمد (ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔''

حضور اکرم ﷺ کا یہ جواب سن کر ابومسعود ثقفی واپس پلٹے کہ

سردار عبدالمطلب کو اطلاع پہنچائیں۔

ننھے حضورِ اکرم ﷺ کے ملنے پر سردار عبدالمطلب نے بہت سا سونا اور بے شمار اونٹ صدقہ میں دیئے اور آپ ﷺ کے ملنے کی خوشی میں بکریاں اور گائے ذبح کر کے اہل قریش کی ضیافت کی۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے جب سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے واپسی کی اجازت چاہی تو اُنہوں نے خوش ہو کر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو قسم قسم کے انعام و اکرام سے مالا مال کیا اور وہ خوش خوش اپنے قبیلہ کی جانب لوٹ گئیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضورِ اکرم ﷺ کو ان کے والدہ اور دادا کے حوالے کرنے کے بعد کے حالات بیان کرتی ہیں کہ:

"میں حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت سے فراغت کے بعد بھی ہمیشہ خوشحال اور فارغ البال رہی۔ میں اُن نعمتوں کو بیان نہیں کر سکتی جو مجھے حضورِ اکرم ﷺ کی خدمات کے صلے میں ملیں۔"

جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ننھے حضورِ اکرم ﷺ کو حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑ کر واپس اپنے علاقہ کی طرف روانہ ہو گئیں تو اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے حضورِ اکرم ﷺ کی پرورش کے فرائض انجام دیئے۔ یہ اُم ایمن حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی لونڈی تھیں اور وہ حضورِ اکرم ﷺ کو میراث میں ملی تھیں۔ آپ حضورِ اکرم ﷺ سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں اور دن رات ننھے حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت گزاری اور خبر گیری کیا کرتیں۔ ہر وقت آپ ﷺ کی دیکھ بھال کرتیں۔ مواہب لدنیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا کا حضورِ اکرم ﷺ کی دیکھ بھال و پرورش کی ذمہ داری کے فرائض انجام دینا حضرت سیدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد تھا۔

''اے گروہِ قریش! اس بچے کو قتل کر دو!'':۔

ابو رحام سے مروی ہے:

''جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ننھے حضورِ اکرم ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے دادا سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حوالے کر گئیں تو اُنہی دنوں میں ایک کاہن مکہ مکرمہ میں آیا۔ اس کاہن نے جب آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو وہ قریش کے گروہ سے کہنے لگا:

''اے گروہ قریش! اس بچے کو قتل کر دو۔ یہ تمہارے اندر تفریق و انتشار پیدا کر دے گا اور تمہیں ہلاک کر دے گا۔''

یہ سن کر سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جلدی سے آپ ﷺ کو وہاں سے نکال لائے۔ کاہن کی یہ باتیں سن کر قریش ہمیشہ حضورِ اکرم ﷺ سے خوفزدہ رہتے تھے۔''

نورانی ابر دیکھنا:۔

ایک حدیث میں ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''جب حضور ﷺ کو لٹایا گیا تو میں نے ایک بہت بڑا نورانی ابر دیکھا جس میں گھوڑوں کے ہنہنانے اور بازوؤں کے پھڑپھڑانے اور لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں سنیں یہاں تک کہ اس ابر نے حضور ﷺ کو ڈھانپ لیا اور میری نظروں سے غائب ہو گئے اس وقت میں نے ایک منادی کو ندا کرتے سنا وہ کہہ رہا تھا حضور ﷺ کو زمین کے جملہ گوشوں میں پھراؤ اور جن و انس کی

روحوں پر گشت کراؤ، فرشتوں، پرندوں اور چرندوں کو زیارت کراؤ اور ان کو حضرت آدم علیہ السلام کے اخلاق، حضرت شیث علیہ السلام کی معرفت، حضرت نوح علیہ السلام کی شجاعت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان، حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا، حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت، حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شدت، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یونس علیہ السلام کی طاعت، حضرت یوشع علیہ السلام کا جہاد، حضرت داؤد علیہ السلام کا لحن اور آواز، حضرت دانیال علیہ السلام کی محبت، حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زہد کا پیکر بناؤ اور تمام نبیوں کے دریائے اخلاق میں غوطہ دو۔"

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"اس کے بعد وہ ابر مجھ سے کھل گیا تو میں نے دیکھا کہ سبز ریشمی کپڑے میں حضور ﷺ خوب لپٹے ہوئے ہیں اور چشمہ کی مانند اس حریر سے پانی ٹپک رہا ہے اور کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ حضور ﷺ کو تمام دنیا پر کس شان سے بھیجا گیا۔ دنیا کی کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو آپ ﷺ کی تابع فرمان نہ ہو۔ سب ہی کو آپ ﷺ کے قبضہ قدرت میں دیا گیا ہے پھر جب میں نے آپ ﷺ کی طرف نظر کی تو میں نے دیکھا کہ گویا آپ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمک رہے ہیں اور آپ ﷺ کے جسم اطہر سے مشک وعنبر کی لپیٹیں آ رہی ہیں اور تین

شخص کھڑے ہیں ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ ہے، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت ہے اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر ہے اس کے بعد انہوں نے ایک انگشتری نکالی جس نے دیکھنے والوں کی نظر جھپک گئیں۔ پھر اسے سات مرتبہ دھویا اور اس انگشت سے آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان مہر کیا اور حریر میں لپیٹ کر اٹھالیا اور کچھ دیر اپنے آغوش میں لے کر میرے سپرد کر دیا۔"

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات:-

حضور اقدس ﷺ کی عمر شریف جب چھ برس کی ہو گئی تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آپ ﷺ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آپ ﷺ کے ننھیال بنو عدی بن نجار میں بن نجار میں رشتہ داروں کی ملاقات اور اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئیں۔ حضور ﷺ کے والد ماجد کی باندی اُم ایمن بھی اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ وہاں پر حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا نے تقریباً ایک ماہ قیام کیا۔ وہاں سے واپسی پر "ابواء" نامی گاؤں میں حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں اور مختصر سا قافلہ وہیں پر رک گیا۔

وقتِ آخر حضورِ اکرم ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے سرہانے بیٹھے تھے، ماں نے اپنے جلیل القدر بیٹے کو جی بھر کر دیکھا اور چند اشعار پڑھے جس کا ترجمہ کچھ اس طرح سے ہے کہ:

"اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے، تو اس شخص کا بیٹا ہے جس کا فدیہ ایک سو قیمتی اونٹ تھے۔"

"اے میرے نورِ نظر! میں نے تیری نبوت کا جو خواب دیکھا ہے،

اگر وہ سچا ہے تو یقیناً آپ (ﷺ) پوری کائنات کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔''

''اے میرے بیٹے! صاحبِ جلال وصاحبِ اکرام نے تجھے حلال وحرام میں تمیز کرنے اور اُسے نافذ کرنے کے لیے بھیجا ہے۔''

''اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! اللہ تعالیٰ نے تجھے بتوں سے دور رکھا، اور تیرے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین کا مطیع بنایا، تو حق کو باطل سے جدا کرنے کے لیے آیا۔''

بیٹے کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

''ایک دن ہر جاندار شے نے مرجانا ہے۔ ہر نئی شے کی قسمت میں پرانا ہونا لکھا ہے۔ ہر ایک کی منزل فنا ہے میں مروں گی لیکن میرا ذکر باقی رہے گا اس لیے کہ میں نے خیرِ عظیم کو بطور نشانی چھوڑا ہے میں نے ایک طیب وطاہر ﷺ کو جنم دیا ہے۔''

حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا ''ابواء'' نامی گاؤں میں ہی فوت ہوئی اور وہیں پر مدفون ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

حضورِ اکرم ﷺ کے اوپر سے والد ماجد کا سایہ تو ولادت سے پہلے ہی اٹھ چکا تھا اب والدہ ماجدہ کی آغوشِ شفقت کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ لیکن حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا یتیم جس آغوشِ رحمت میں پرورش پا کر پروان چڑھنے والا ہے وہ ان سب ۔۔یت سے بے نیاز ہے۔

دادا کے سائے تلے پرورش پانا

حضورِ اکرم ﷺ کے دادا سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا اصل نام "شیبۃ الحمد تھا۔ نہایت حسین وجمیل تھے۔ شاعر کہتا ہے:

علی شیبۃ الحمد الذی کان وجھہ
یضیئ ظلام اللیل کالقمر البدری

"چودھویں رات کے چاند کی طرح شیبۃ الحمد کا چہرہ رات کی تاریکی کو روشن کرتا تھا۔"

عبدالمطلب کے لفظی معنی "مطلب کا غلام" ہیں۔ ہاشم کے انتقال کے بعد عبدالمطلب کی والدہ ایک عرصہ تک مدینہ منورہ میں اپنے میکہ بنی خزرج ہی میں مقیم رہیں۔ جب حضرت عبدالمطلب ذرا بڑے ہو گئے تو ان کے چچا مطلب ان کو لینے کے لئے مکہ سے مدینہ آئے۔ جب ان کو لے کر واپس ہوئے تو مکہ میں داخل ہوتے وقت عبدالمطلب اپنے چچا مطلب کے پیچھے اونٹ پر سوار تھے۔ شیبہ کے کپڑے میلے کچیلے اور گرد آلود تھے اور چہرہ سے یتیمی ٹپکتی تھی۔ لوگوں نے مطلب سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے۔ مطلب نے حیا کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ یہ میرا غلام ہے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ بھتیجا ایسے میلے کپڑوں میں کیوں ہے۔ اس لئے عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہو گئے۔ مطلب نے مکہ پہنچ کر بھتیجے کو عمدہ لباس پہنایا اور اس وقت ظاہر کیا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔

ابن سعد، طبقات میں روایت کرتے ہیں کہ عبدالمطلب تمام قریش میں سب سے زیادہ حسین وجمیل، سب سے زیادہ قوی اور جسیم، سب سے زیادہ بردبار اور حلیم، سب سے زیادہ سخی اور کریم، اور سب سے زیادہ شر اور فتنہ سے دور بھاگنے والے تھے اور قریش کے مسلم سردار تھے۔

عبدالمطلب کا جودوکرم اپنے باپ ہاشم سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ عبدالمطلب کی مہمان نوازی انسانوں سے گزر کر چرند اور پرند تک پہنچ گئی تھی۔ اسی وجہ سے عرب کے لوگ ان کو فیاض اور مطعم طیر السماء (آسمان کے پرندوں کو کھانا کھلانے والا) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو خاص طور پر فقراء اور مساکین کو کھانا کھلاتے۔ غار حرا میں سب سے پہلے خلوت وعزلت عبدالمطلب ہی نے کی۔ (زرقانی، ج:۱ صفحہ ۷۱)

چاہ زم زم اور عبدالمطلب کا خواب:۔

قبیلہ جرہم کا اصلی وطن یمن تھا۔ مشیتِ ایزدی سے یمن میں قحط پڑا۔ اس وجہ سے بنی جرہم معاش کی تلاش میں نکلے۔ اتفاق سے اثناء راہ میں اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے چاہ زم زم کے قریب ملاقات ہوگئی۔ بنو جرہم کو یہ جگہ پسند آئی اور اسی جگہ قیام پذیر ہو گئے اور پھر بعد چندے اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی اسی قبیلہ میں ہوئی اور نبی ہونے کے بعد عمالقہ، جرہم اور اہلِ یمن کی طرف مبعوث ہوئے۔ ایک سو تیں سال کی عمر میں آپ علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ حطیم میں اپنی والدہ ماجدہ کے قریب مدفون ہوئے۔ اسمٰعیل علیہ السلام کے وصال کے بعد حسب وصیت ان کے بیٹے قیدار خانہ کعبہ کے متولی ہوئے۔ اسی طرح بنو اسمٰعیل خانہ کعبہ کے متولی ہوتے رہے۔ مرور زمانہ کے بعد بنو اسمٰعیل اور بنو جرہم میں منازعت اور مخاصمت کی نوبت آئی۔ بالآخر بنی جرہم

غالب آ گئے اور مکہ میں جرہم کی حکومت قائم ہوگئی۔ چند روز کے بعد جرہم کے حکام لوگوں پر ظلم وستم ڈھانے لگے۔ یہاں تک ظلم کیا کہ اولادِ اسمٰعیل مکہ کے اطراف وجوانب میں آباد ہوگئی۔ جرہم کا جب ظلم وستم وفسق وفجور اور بیت اللہ کی بے حرمتی حد سے گزر گئی تو ہر طرف سے قبائل عرب مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ مجبوراً قبیلہ جرہم کو مکہ سے نکلنا اور بھاگنا پڑا۔ لیکن جس وقت مکہ سے نکلنے لگے تو خانہ کعبہ کی چیزوں کو بیر زمزم میں دفن کر گئے اور بیر زمزم کو اس طرح بند کر گئے کہ زمین کے ہموار ہوگیا اور زمزم کا نشان بھی نہ رہا۔ بنی جرہم کے چلے جانے کے بعد بن اسمٰعیل مکہ میں واپس آ گئے اور آباد ہو گئے مگر بیر زمزم کی طرف کسی نے کوئی توجہ نہ کی۔ مرور زمانہ سے اس کا نشان بھی نہ رہا یہاں تک کہ جب مکہ کی حکومت اور سرداری عبدالمطلب کے قبضہ میں آئی اور ارادہ خداوندی اس جانب متوجہ ہوا کہ چاہ زمزم جو عرصہ سے بند اور بے نام ونشان پڑا ہے اس کو ظاہر کیا جائے تو رویائے صالحہ یعنی سچے خواب کے ذریعہ سے عبدالمطلب کو اس جگہ کے کھودنے کا حکم دیا گیا اور اس جگہ کے نشانات اور علامات خواب میں بتلائے گئے۔

چنانچہ عبدالمطلب کہتے ہیں کہ میں حطیم میں سو رہا تھا کہ یک آنے والا میرے پاس آیا اور مجھ سے خواب میں یہ کہا احفر برۃ "برہ کو کھودو میں نے دریافت کیا وما برۃ برہ کیا ہے؟ تو وہ شخص چلا گیا اگلے روز پھر اسی جگہ سو رہا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ وہ شخص یہ کہہ رہا ہے احفر المضنونۃ مضنونہ کو کھودو۔ میں نے دریافت کیا وما المضنونۃ مضنونہ کیا ہے؟ تو وہ شخص چلا گیا۔ تیسرے روز پھر اسی جگہ خواب میں دیکھا کہ وہ شخص یہ کہہ رہا تھا احفر طیبۃ طیبہ کو کھودو۔ میں نے کہا وما طیبہ طیبہ کیا ہے؟ تو وہ شخص چلا گیا۔ چوتھے روز پھر اسی جگہ یہ خواب دیکھا کہ وہ شخص یہ کہتا ہے احفر زمزم زمزم کو کھودو" میں نے کہا وما زمزم زم زم کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔

"وہ پانی کا ایک کنواں ہے کہ جس کا پانی نہ کبھی ٹوٹتا ہے اور نہ کبھی

کم ہوتا ہے۔ بے شمار حجاج کو سیراب کرتا ہے۔"

اور پھر اس جگہ کے کچھ نشانات اور علامات بتلائے کہ اس جگہ کو کھودو۔ اس طرح بار بار دیکھنے اور نشانات کے بتلانے سے عبدالمطلب کو یقین ہو گیا کہ یہ سچا خواب ہے یعنی رویائے صادقہ ہے۔

عبدالمطلب نے قریش سے اپنا خواب ذکر کیا اور کہا کہ میرا ارادہ اس جگہ کو کھودنے کا ہے۔ قریش نے کھودنے کی مخالفت کی مگر عبدالمطلب نے مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کی اور کدال اور پھاوڑہ لے کر اپنے بیٹے حارث کے ساتھ اس جگہ پہنچ گئے اور نشان کے مطابق کھودنا شروع کر دیا۔ عبدالمطلب کھودتے جاتے تھے اور حارث مٹی اٹھا اٹھا کر پھینکتے جاتے تھے۔ تین روز کے بعد ایک من ظاہر ہوئی۔ عبدالمطلب نے فرطِ مسرت سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور یہ کہا۔

"یہی اسمٰعیل علیہ السلام کا کنواں ہے۔"

اس کے بعد عبدالمطلب نے چاہ زمزم کے قریب کچھ حوض تیار کرائے جن میں آب زمزم بھر کر حاجیوں کو پلاتے۔ چند حاسدوں نے یہ شرارت شروع کی کہ شب میں ان حوضوں کو خراب کر جاتے۔ جب صبح ہوتی تو عبدالمطلب ان کو درست کرتے۔ گھبرا کر اس بارے میں اللہ سے دعا مانگی اس وقت ان کو خواب میں یہ بتلایا گیا کہ تم یہ دعا مانگو۔

"اے اللہ میں اس زمزم سے لوگوں کو غسل کرنے کی اجازت نہیں دیتا صرف پینے کی اجازت ہے۔"

صبح اٹھتے ہی عبدالمطلب نے اس کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد جس کسی نے حوض کے خراب کرنے کا ارادہ کیا وہ ضرور کسی بیماری میں مبتلا ہوا۔ جب بار بار اس قسم کے واقعات ظہور پذیر ہوئے تو حاسدوں نے عبدالمطلب کے حوضوں سے تعرض کرنا چھوڑ دیا۔

عبدالمطلب کی نذر:۔

چاہ زمزم کے کھودتے وقت عبدالمطلب کا سوائے اکلوتے بیٹے حارث کے اور کوئی یار و مددگار نہ تھا اس لئے منت مانی کہ اگر حق تعالیٰ مجھ کو دس بیٹے عطا فرمائے جو جوان ہو کر میرے دست و بازو بنیں تو ایک فرزند کو اللہ کے نام پر ذبح کروں۔

جب اللہ نے ان کی یہ تمنا اور آرزو پوری کی اور دس بیٹے پورے ہو گئے تو ایک رات خانہ کعبہ کے سامنے سو رہے تھے تو خواب میں یہ دیکھا کہ ایک شخص یہ کہہ رہا ہے۔

یاعبدالمطلب اوف بنذرك لرب هذا البيت

"اے عبدالمطلب اس نذر کو پورا کیجئے جو آپ نے اس گھر کے مالک کے لئے مانی تھی۔"

عبدالمطلب خواب سے بیدار ہوئے اور سب بیٹوں کو جمع کیا اور اپنی نذر اور خواب کی خبر دی۔ سب نے یک زبان ہو کر یہ کہا:

اوف بنذرك وافعل ما شئت

"آپ اپنی نذر پوری کریں اور جو چاہیں کریں۔"

عبدالمطلب نے سب بیٹوں کے نام پر قرعہ ڈالا۔ حسن اتفاق سے قرعہ حضرت عبداللہ کے نام پر نکلا جن کو عبدالمطلب سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر مذبح یعنی قربان گاہ کی طرف چلے اور چھری ساتھ تھی۔ حضرت عبداللہ کی بہنیں یہ دیکھ کر رونے لگیں اور ان میں سے ایک بہن نے یہ کہا کہ اے باپ آپ دس اونٹوں اور عبداللہ میں قرعہ ڈال کر دیکھئے اگر قرعہ اونٹوں کے نام پر نکل آئے تو دس اونٹوں کی قربانی کر دیجئے اور ہمارے بھائی عبداللہ کو چھوڑ دیجئے اور اس وقت دس اونٹ ایک آدمی کی دیت اور خون بہا ہوتے تھے۔ قرعہ جو ڈالا گیا تو اتفاق سے حضرت عبداللہ کے ہی نام پر نکلا۔ عبدالمطلب دس دس اونٹ زیادہ کر کے قرعہ ڈالتے جاتے تھے

مگر قرعہ عبداللہ ہی کے نام پر نکلتا تھا۔ یہاں تک کہ سو اونٹ پورے کر کے قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ اونٹوں کے نام پر نکلا۔ اس وقت عبدالمطلب اور تمام حاضرین نے اللہ اکبر کہا۔ بہنیں اپنے بھائی عبداللہ کو اٹھا لائیں اور عبدالمطلب نے وہ سو اونٹ صفا اور مروہ کے مابین نحر کیے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اول دیت کی مقدار دس اونٹ تھی۔ سب سے پہلے عبدالمطلب نے قریش اور تمام عرب میں یہ سنت جاری کی کہ ایک آدمی کی دیت سو اونٹ ہیں اور نبی کریم ﷺ نے بھی اسی کو برقرار رکھا۔ اسی واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ ذبیح کے لقب سے موسوم ہوئے اور اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو ابن الذبیحین کہتے ہیں یعنی دو ذبیح کے فرزند۔

حضرت معاویہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار آنحضرت ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور آپ ﷺ کو ان لفظوں سے خطاب کیا ''یا ابن الذبیحین'' آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ حضرت معاویہ جب اس حدیث کی روایت سے فارغ ہوئے تو حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا کہ وہ دو ذبیح کون ہیں؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ کا یہ واقعہ بیان کر کے کہا کہ ایک عبداللہ دوسرے حضرت اسمٰعیل۔ (رواہ الحاکم وابن جریر)

واقعہ اصحابِ فیل:۔

حضور پر نور ﷺ کی ولادت سے پچاس یا پچپن روز قبل اصحابِ فیل کا واقعہ پیش آیا جو سیرت اور تاریخ میں معروف و مشہور ہے اور قرآن کریم میں اس کے بارے میں ایک خاص سورت نازل ہوئی۔ مختصر یہ ہے کہ نجاشی شاہ حبشہ کی جانب سے یمن کا حاکم ابرہہ نامی تھا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ تمام عرب کے لوگ حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ جاتے ہیں اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں تو اس نے یہ چاہا کہ عیسائی مذہب

کے نام پر ایک عالیشان عمارت بناؤں جو نہایت مکلّف اور مرصع ہو۔ تاکہ عرب کے لوگ سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس مصنوعی پر تکلف کعبہ کا طواف کرنے لگیں۔ چنانچہ یمن کے دار السلطنت مقام صنعاء میں ایک نہایت خوبصورت گرجا بنایا۔ عرب میں جب یہ خبر مشہور ہوئی تو قبیلہ کنانہ کا کوئی آدمی وہاں آیا اور پاخانہ کر کے بھاگ گیا۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عرب کے نوجوانوں نے اس کے قرب وجوار میں آگ جلائی ہوئی تھی، ہوا سے اڑ کر اس گرجا میں لگ گئی اور گرجا جل کر خاک ہو گیا۔ ابرہہ نے غصہ میں آ کر قسم کھائی کہ خانہ کعبہ کو منہدم اور مسمار کر کے سانس لوں گا۔ اسی ارادہ سے مکہ پر فوج کشی کی۔ راستہ میں جس عرب کے قبیلہ نے مزاحمت کی اس کو تہ تیغ کیا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ پہنچا۔ لشکر اور ہاتھی بھی ہمراہ تھے۔ اطراف مکہ میں اہل مکہ کے مویشی چرتے تھے ابرہہ کے لشکر نے یہ مویشی پکڑے جن میں دو سو اونٹ حضور ﷺ کے جدِ امجد عبدالمطلب کے بھی تھے۔ اس وقت قریش کے سردار اور خانہ کعبہ کے متولی عبدالمطلب تھے۔ جب ان کو ابرہہ کی خبر ہوئی تو قریش کو جمع کر کے کہا کہ گھبراؤ مت مکہ کو خالی کر دو۔ خانہ کعبہ کو کوئی منہدم نہیں کر سکتا، یہ اللہ کا گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ بعد ازاں عبدالمطلب چند رؤساء قریش کو لے کر ابرہہ سے ملنے گئے۔ اندر اطلاع کرائی۔ ابرہہ نے عبدالمطلب کا نہایت شاندار استقبال کیا۔ حق جل شانہ نے عبدالمطلب کو بے مثال حسن و جمال، عجیب عظمت و ہیبت اور وقار و دبدبہ عطا فرمایا تھا جس کو دیکھ کر ہر شخص مرعوب ہو جاتا تھا۔ ابرہہ، عبدالمطلب کو دیکھ کر مرعوب ہو گیا اور نہایت احترام اور اکرام کے ساتھ پیش آیا۔ یہ تو مناسب نہ سمجھا کہ کسی کو اپنے تخت پر اپنے برابر بٹھلائے البتہ ان کے اعزاز و اکرام میں یہ کیا کہ خود تخت سے اتر کر فرش پر ان کو اپنے ساتھ بٹھلایا۔ اثناء گفتگو میں عبدالمطلب نے اپنے اونٹوں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ ابرہہ نے متعجب ہو کر کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم نے مجھ سے اپنے اونٹوں کے

بارے میں کلام کیا اور خانہ کعبہ جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین اور مذہب ہے اس کے بارہ میں تم نے کوئی حرف نہیں کہا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا:

انا رب الابل وللبيت رب سيمنعه

''میں اونٹوں کا مالک ہوں اس لئے میں نے اونٹوں کا سوال کیا اور کعبہ کا خدا مالک ہے وہ خود اپنے گھر کو بچائے گا۔''

ابرہہ نے کچھ سکوت کے بعد عبدالمطلب کے اونٹوں کو واپس کرنے کا حکم دیا۔ عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر واپس آ گئے اور قریش کو حکم دیا کہ مکہ خالی کر دیں اور تمام اونٹوں کو خانہ کعبہ کی نذر کر دیا اور چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر خانہ کعبہ کے دروازے پر حاضر ہوئے کہ سب گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔ عبدالمطلب نے اس وقت یہ دعائیہ اشعار پڑھے جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے کہ:

''اے اللہ بندہ اپنی جگہ کی حفاظت کرتا ہے پس تو اپنی مکان کی حفاظت فرما۔ اور اہل صلیب اور صلیب کے پرستاروں کے مقابلہ میں اپنے اہل کی مدد فرما۔ ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر پر کبھی غالب نہیں آ سکتی۔ لشکر اور ہاتھی چڑھا کر لائے ہیں تاکہ تیرے عیال کو قید کریں۔ تیرے حرم کی بربادی کا قصد کر کے آئے ہیں جہالت کی بناء پر یہ قصد کیا ہے تیری عظمت اور جلال کا خیال نہیں کیا۔''

عبدالمطلب دعا سے فارغ ہو کر مع اپنے ہمراہیوں کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ابرہہ اپنا لشکر لے کر خانہ کعبہ کے گرانے کے لئے بڑھا۔ یکایک بحکم خداوندی چھوٹے چھوٹے پرندوں کے غول کے غول نظر آئے۔ ہر ایک کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں جو دفعۃً لشکر پر برسنے لگیں۔ خدا کی قدرت سے وہ کنکریاں گولی کا کام

دے رہی تھیں۔ سر پر گرتی تھیں اور نیچے نکل جاتی تھیں۔ جس پر وہ کنکری گرتی تھی وہ ختم ہوجاتا تھا، غرض یہ کہ اس طرح ابرہہ کا لشکر تباہ اور برباد ہوا۔ ابرہہ کے بدن پر چیچک کے دانے نمودار ہوئے جس سے اس کا تمام بدن سڑ گیا اور بدن سے پیپ اور لہو بہنے لگا۔ یکے بعد دیگرے ایک ایک عضو اس کا کٹ کٹ کر گرتا جاتا تھا بالآخر اس کا سینہ پھٹ پڑا اور دل باہر نکل آیا اور اس کا دم آخر ہوا۔ جب سب مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک سیلاب بھیجا جو سب کو بہا کر دریا میں لے گیا۔

فقطع دابر القوم الذين ظلموا والحمد لله رب العالمين

ابرہہ کی لشکر کشی اور پھر اس کی تباہی اور بربادی کا یہ واقعہ ماہ محرم الحرام میں پیش آیا جبکہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا زمانہ بالکل قریب آچکا تھا۔ اس زمانہ میں جو اس قسم کے خوارق ظاہر ہوئے وہ سب آپ ﷺ کی نبوت کے ارہاصات یعنی علامات اور نشانات تھے۔ اس واقعہ کے پچاس یا پچپن روز بعد حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ظہور میں آئی۔

کعبہ کو برگزیدگی ملنا:۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں شب ولادت کعبہ کے پاس تھا جب آدھی رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ:

"کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھکا اور سجدہ کیا اور اس سے تکبر کی آواز آئی کہ

الله اكبر الله اكبر رب محمد المصطفىٰ الآن قد طهرني ربي من انجاس الاصنام وارجاس المشركين

اللہ بلند و بالا ہے اللہ بلند و بالا ہے وہ رب ہے محمد مصطفیٰ کا اب مجھے میرا رب بتوں کی پلیدی اور مشرکوں کی نجاست سے پاک

فرمائے گا اور رغیب سے آواز آئی رب کعبہ کی قسم، کعبہ کو برگزیدگی ملی خبردار ہو جاؤ کعبہ کو ان کا قبلہ، ان کا مسکن ٹھہرایا اور وہ بت جو کعبہ کے گردا گرد نصب تھے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور سب سے بڑا بت جسے ہبل کہتے تھے منہ کے بل گر پڑا تھا۔ ندا آئی کہ سیدہ آمنہ سے محمد مصطفیٰ پیدا ہو گئے اور ابر رحمت ان پر اتر آیا ہے۔"

عبدالمطلب کی کفالت:۔

اُس چھوٹے سے بچہ پر نہ جانے کیا گزری ہو گی اس کا حال تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی زندگی کا پہلا سانحہ تھا اور تھا بھی بہت ہی سخت یعنی کہ پردیس میں ماں کی ابدی جدائی۔

حضورِ اکرم ﷺ کو اپنی والدہ مبارکہ کی قبر مبارک یاد تھی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضورِ اکرم ﷺ کا "ابواء" کے مقام سے گزر ہوا تو اُنہوں نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) کو اپنی ماں کی قبر پر جانے کی اجازت دے دی۔"

آپ ﷺ نے اپنی ماں کی قبر مبارک کو درست فرمایا اور اس موقع پر بے اختیار آپ ﷺ رونے لگے۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رونے لگیں اور پھر انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

"آپ ﷺ نے تو ہمیں رونے سے منع فرمایا تھا۔"

اس پر اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ نے ارشاد فرمایا:

"ان کی ممتا مجھے یاد آ گئی اور میں رو دیا۔"

اُم یمن میری والدہ ہیں:۔

اُم یمن نے حضورِ اکرم ﷺ کو اپنے سینے سے لگایا اور آپ ﷺ کی حفاظت و پرورش کے فرائض سرانجام دیئے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ:

"میں نے کبھی بھی حضورِ اکرم ﷺ کو بھوک و پیاس کی شکایت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب صبح ہوتی تو ایک زمزم کا پیالہ نوش فرماتے اور شام تک کچھ طلب نہ فرماتے اور اکثر ایسا ہوا کہ دوپہر کے وقت کھانے کے لئے عرض کیا جاتا تو آپ ﷺ فرماتے کہ مجھے بھوک نہیں ہے۔"

حضورِ اکرم ﷺ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کرتے تھے کہ:

"یہ خاتون (اُم یمن) میری والدہ کے بعد میری والدہ ہیں۔"

اعتقادِ عبدالمطلب:۔

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت اُم ایمن آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ لائیں اور آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کیا اور دادا نے آپ ﷺ کو اپنے آغوشِ تربیت میں لے لیا۔ جس سال حضورِ اکرم ﷺ کی کفالت کی ذمہ داری آپ ﷺ کے دادا نے اُٹھائی اُسی سال آپ ﷺ شدید قسم کے آشوبِ چشم میں مبتلا ہوئے تو آپ ﷺ کے دادا نے بڑی توجہ سے علاج کروایا مگر کچھ خاص قسم کا افاقہ نہ ہوا۔ ایک عیسائی خانقاہ کے راہب جو عکاظ میں رہتے تھے اُن کو دکھلایا۔

مختلف رواتیوں سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ سردار عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بڑا یقین تھا کہ میرے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ اور آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا کا جگر گوشہ بڑا نام پانے والا

ہے۔ بنی مدلج کی ایک جماعت سردار مکہ سے ملنے آئی، یہ لوگ کھوجی اور قیافہ شناس تھے انہوں نے آپ ﷺ کا نقش کف پا دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش پا (جو مصلیٰ ابراہیم کہلاتا ہے) کے مشابہ پایا، انہوں نے عبدالمطلب سے کہا:

''اس بچے کی خاص طور پر حفاظت اور نگرانی کریں۔''

ان کے جواب پر آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے آپ ﷺ کے حقیقی چچا حضرت ابوطالب سے کہا کہ:

''اس بات کو غور سے سن لیں۔''

سردار عبدالمطلب جب بھی کبھی خانہ کعبہ میں داخل ہوتے تو خانہ کعبہ کے سایہ میں آپ کے لئے ایک خاص فرش بچھایا جاتا۔ کسی کی اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ اس پر قدم رکھ سکے حتیٰ کہ عبدالمطلب کی اولاد بھی اس مسند پر قدم نہ دھرتے بلکہ اس فرش کے اردگرد حاشیہ اور کنارے پر بیٹھتی مگر آپ ﷺ جو اُس وقت سنِ شعور کی منزل پر پہنچ چکے تھے جب بھی وہاں پر تشریف لاتے تو بے تکلف مسند پر بیٹھ جاتے۔ آپ ﷺ کے چچا آپ ﷺ کو وہاں سے اٹھانے کی کوشش کرتے تو عبدالمطلب کمالِ شفقت سے یہ فرماتے کہ:

''میرے اس بیٹے کو چھوڑ دو، خدا کی قسم! اس کی شان ہی کچھ نئی ہوگی۔''

پھر بلا کر اپنے پاس بٹھاتے اور آپ ﷺ کو دیکھ کر مسرور ہوتے۔

اے اللہ! میرے سوار محمد (ﷺ) کو واپس بھیج:۔

سیرۃ ابن ہشام، عیون الاثر اور مستدرک حاکم میں کندیر بن سعید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں اسلام سے قبل حج کے لیے مکہ مکرمہ حاضر ہوا، دیکھا کہ ایک شخص طواف میں مصروف ہے اور یہ شعر اس کی زبان پر ہے۔

رد الی راکبی محمدا

یا رب ردہ و اصطنع عندی یدا

''اے اللہ تعالیٰ! میرے سوار محمد (ﷺ) کو واپس بھیج اور مجھ پر عظیم الشان احسان فرما۔''

میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ:

''یہ کون ہے؟''

لوگوں نے کہا کہ:

''یہ شخص سردار قریش عبدالمطلب ہیں۔ اپنے پوتے کو گمشدہ اونٹ کی تلاش میں بھیجا ہے۔ کیونکہ ان کو جس کام کے لئے بھیجتے ہیں اس میں ضرور کامیابی ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کو گئے ہوئے دیر ہو گئی ہے اس لئے سردار عبدالمطلب بے چین ہو کر یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔''

سردار عبدالمطلب بہت ہی زیادہ پریشان تھے اور پریشانی کی وجہ سے ادھر ادھر چکر لگا رہے تھے کہ کمسن بچے کو پہاڑوں کی طرف اکیلے بھیج دیا۔

کچھ دیر نہ گزری کہ آپ ﷺ بھی واپس آگئے اور اونٹ آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ یہ دیکھتے ہی عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو گلے لگالیا اور یہ کہا کہ:

''بیٹا میں تمہاری وجہ سے بے حد پریشان تھا۔ اب کبھی تم کو اپنے سے جدا نہ ہونے دوں گا۔''

حاکم فرماتے ہیں کہ یہ روایت شرط مسلم پر ہے اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا شرط مسلم پر ہونا تسلیم کیا ہے۔

بہت زیادہ عظمتوں والے:۔

جس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک سات برس کی تھی تو یہودیوں نے آپس میں کہا:

''ہم نے تو اپنی کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ حرام اور مشتبہ غذاؤں کو پیغمبر ہرگز استعمال نہیں کرتے لہٰذا اب وقت ہے کہ ہم ان کا امتحان لے لیں۔''

چنانچہ اُنہوں نے ایک چوری کا مرغ منگوایا اور اُسے پکایا اور سب کو دعوت دی۔ سب نے اُسے کھایا مگر حضورِ اکرم ﷺ نے اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا اور نہ ہی اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

یہودیوں نے آپ ﷺ سے دریافت فرمایا تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''یہ حرام ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے حرام چیزوں سے محفوظ رکھتا ہے۔''

اس کے بعد یہودیوں نے آپ ﷺ کا ایک اور امتحان لینے کے لیے اپنے پڑوسی کا مرغ پکڑ لیا اور اپنے دل میں خیال کیا کہ:

''یہ غذا مشتبہ ہے۔''

اس کے بعد یہودیوں نے کہا:

''اس کی قیمت بعد میں ادا کر دیں گے۔''

اس کھانے کو بھی سب نے بڑے شوق سے کھایا مگر حضورِ اکرم ﷺ نے پھر اپنا ہاتھ آگے نہ بڑھایا۔ یہودیوں نے جب دوبارہ اس کا سبب دریافت کیا تو حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''یہ غذا مشتبہ ہے۔''

اس کے بعد یہودیوں نے کہا:

"یہ بچہ بڑی عظمتوں کا مالک ہے اور اس کی شان نرالی ہے۔"

اس دعوت میں حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے وہ گوشت آیا تھا جو کسی بت کے نام پر ذبح کیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے اسے کھانے سے منع کر دیا۔

دستر خوان:۔

سردار عبدالمطلب اپنے پوتے حضرت محمد مصطفٰے ﷺ سے بے حد محبت کرتے تھے اور اپنے سب بیٹوں سے زیادہ آپ ﷺ کو پیار کرتے اور شفقت فرماتے تھے۔ سردار عبدالمطلب آپ ﷺ کے ساتھ نہایت عزت و احترام کے ساتھ پیش آتے۔ خلوت و جلوت کے تمام اوقات میں حضورِ اکرم ﷺ اپنے دادا حضور کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور اُن کی مسند پر بھی بیٹھ جایا کرتے تھے۔

سردار عبدالمطلب حضورِ اکرم ﷺ کے بغیر دستر خوان نہیں بچھاتے تھے اور اُس وقت تک کھانا بھی نہیں کھاتے تھے جب تک کہ حضورِ اکرم ﷺ اس میں شامل نہ ہو جائیں اور کبھی کبھی کھانا کھاتے وقت حضورِ اکرم ﷺ کو اپنی گود میں بھی بٹھا لیتے تھے۔

اسرافیل علیہ السلام کی خدمت:۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی نگہبانی اور حفاظت کے لیے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو مامور فرمایا:

مجد الدین فیروز آبادی کے بقول:

"صاحب صراط مستقیم کے حضرت اسرافیل علیہ السلام حیات پاک ﷺ کے ساتویں برس سے گیارہویں برس تک حضور ﷺ کی خدمت میں رہے، اور اس دوران آپ ﷺ کے سامنے ظاہر بھی

ہوتے۔''

اللہ کی قسم میرا پوتا بڑی شان والا ہے:۔

سردار عبدالمطلب جب بھی کعبہ میں تشریف لے جاتے تو کعبہ کے سایہ میں اُن کے لیے مسند لگائی جاتی اور وہاں پر جب بھی حضورِ اکرم ﷺ دادا سے ملنے کے لیے آتے تو اُن کی مسند پر تشریف رکھتے۔ سردار عبدالمطلب بھی حضورِ اکرم ﷺ سے بڑی محبت و شفقت کے ساتھ پیش آتے اور اپنے پاس ہی جگہ دیتے حالانکہ اُس مسند میں کسی کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی یہاں تک کہ سردار عبدالمطلب کے بیٹوں میں بھی اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ اُس جگہ پر بیٹھیں بلکہ اس جگہ کے اردگرد تشریف رکھتے۔

اگر سردار عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے کوئی یعنی آپ ﷺ کے چچاؤں میں سے کوئی آپ ﷺ کو وہاں سے اٹھانے کی کوشش کرتے تو سردار عبدالمطلب فرماتے:

''میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اُس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔''

پھر آپ ﷺ کو اپنے پاس بٹھا لیتے اور آپ ﷺ کی پشت مبارک پر ہاتھ پھیرتے اور جو بھی آپ ﷺ کرتے اُسے دیکھ کر خوش ہوتے۔

ایک بار کسی نے آپ ﷺ کو روکا تو سردار عبدالمطلب نے کہا:

''میرے بیٹے کو میرے پاس بلاؤ کہ وہ اس پر تشریف رکھیں کیونکہ میں خود ان کے لیے بزرگی اور شرف محسوس کر رہا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ ان کو وہ شرف حاصل ہوگا جو نہ کسی عربی کو پہلے ملا اور نہ آئندہ ملے گا۔''

بارش کے لیے قبولیتِ دُعا:-

حضرت رقیہ بنت ابی صفی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"کچھ عرصہ سے قریش میں بہت زیادہ قحط پڑ رہا تھا جس کی وجہ سے وہ سب تنگی میں مبتلا تھے، زمین پر گھاس نہ اُگتی تھی اور سارے جانور کمزور ہو رہے تھے، میں نے اس زمانہ میں خواب دیکھا اور خواب میں ہاتف غیبی کی آواز سنی جو یہ کہہ رہا تھا کہ:

"اے گروہ قریش! تم میں آخر الزمان حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کے نکلنے کا وقت ہے، وہ تمہارے لئے زندگی اور شادابی لائیں گے، تو ایسے شخص کو دیکھو جو تم میں بزرگ، بلند قامت، ستواں ناک والا، خوش رو، لانبی پلکوں والا اور حقائق افتخار حسب والا ہو، وہ اپنے بیٹے کو اور تم اپنے بیٹوں کو لے کر نکلو اور ہر وادی سے ایک شخص خوشبو لگا کر نکلے اور کعبہ کا طواف کرنے کے بعد کوہ ابوقبیس پر جاؤ اور وہاں پر جا کر وہ شخص دُعا کریں اور تم سب آمین کہو تو بارش ہو جائے گی اور تمہاری زندگی سنور جائے گی۔"

حضرت رقیہ بنت ابی صفی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

جب میں نے اپنا یہ خواب سب کو سنایا تو میرا خواب سن کر ہر شخص پکار اٹھا:

"خواب میں جو نشانیاں بتائی گئی ہیں وہ ساری تو سردار عبدالمطلب میں پائی جاتی ہیں۔"

سب لوگوں نے خواب کے مطابق عمل کیا اور حضرت عبدالمطلب نے ننھے حضور ﷺ کو دوشِ مبارک پر بٹھایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ ﷺ کے توسط سے

دُعا فرمائی۔

راوی کا بیان ہے:

''اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی لوگ پہاڑ سے نیچے بھی نہیں اترنے پائے تھے کہ ایک بادل بیت اللہ کی طرف سے اٹھا اور اتنا زیادہ برسا کہ سب نالے بہہ نکلے۔''

سب لوگوں نے مل کر کہا:

''بطحا کے سردار مبارک ہو۔''

یہ بارش ہر جگہ ہوئی مگر دو شہروں قیس اور مضر میں نہ ہوئی۔ اُن شہروں کے رہنے والے لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ:

''ہم سب سردار عبدالمطلب کے پاس تشریف لے جاتے ہیں اور اُن سے دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔''

چنانچہ یہ سب لوگ مکہ مکرمہ میں آئے اور سردار عبدالمطلب سے ملاقات کرنے کے بعد اُن سے دُعا کی درخواست کی۔

سردار عبدالمطلب نے اُن کی درخواست قبول کرتے ہوئے کہا:

''میں نے تم لوگوں کی بات سُن لی ہے اور اُسے قبول بھی کر لیا ہے اور تمہارے ساتھ میں کل کا وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے علاقوں میں اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کل بارش ہوگی۔''

جب صبح ہوئی تو سردار عبدالمطلب وہاں پر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ بھی اُن کے ساتھ تھے۔ سردار عبدالمطلب کے علاوہ دوسرے لوگ بھی اپنے بیٹوں کو لائے تھے۔ سردار عبدالمطلب جب اپنی سیٹ پر بیٹھے تو اپنی گود میں اپنے پیارے پوتے حضورِ اکرم ﷺ کو بھی بٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان علاقوں کے لیے بارش کی

دُعا کی۔ ابھی آپ دُعا سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ بارش شروع ہوگئی۔

عبدالمطلب نے ان دونوں شہروں کے لوگوں سے کہا:

"اے قیس وقصر کے گروہ! واپس اپنے علاقوں میں تشریف لاے جاؤ کہ وہاں پر بارش شروع ہوگئی ہے۔"

جب وہ گروہ واپس اپنے علاقہ پر پہنچے تو وہاں پر بارش ہو رہی تھی۔

لعاب دہن سے آنکھیں اچھی ہونا:۔

جب حضورِ اکرم ﷺ سردار عبدالمطلب کے زیر سایہ محبت وشفقت پا رہے تھے تو آپ ﷺ کی آنکھیں دکھنے لگیں۔

ابن جوزی کے مطابق:۔

"اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک سات برس تھی۔ آنکھیں دکھنے پر مکہ میں علاج کروایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ لوگوں نے عبدالمطلب کی خدمت میں عرض کیا:

"عکاظ کے قریب ایک کہن سال تجربہ کار، جہاندیدہ اور شب زندہ دار راہب رہتا ہے، آپ ان سے اپنے پوتے کا علاج پوچھیں، یہ راہب علاج چشم کے لیے بہت مشہور ہے۔"

سردار عبدالمطلب اپنے پوتے کو اپنی گود میں لے کر عکاظ کی طرف چل پڑے، شام کے وقت وہاں پر پہنچے۔ لوگوں سے راہب کا پتا دریافت کیا تو اُنہوں نے بتایا کہ وہ ایک ایک سال تک اپنے مکان میں بند رہتا ہے اور عبادت کرتا ہے، جب سردار عبدالمطلب حضورِ اکرم ﷺ کو اٹھائے ہوئے اُس راہب کے مکان میں پہنچے تو آپ نے واقعی مکان کو بند پایا لیکن کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ راہب گھبرایا ہوا باہر نکلا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

سردار عبدالمطلب کو دیکھ کر اُن کے پاس آیا اور حضورِ اکرم ﷺ کو بڑی غور سے دیکھنے لگا اور کچھ دیر دیکھنے کے بعد سردار عبدالمطلب سے پوچھنے لگا:

''یہ کس کے فرزند ہیں؟''

سردار عبدالمطلب نے جواب دیا کہ:

''یہ میرا سب سے پیارا پوتا ہے۔ ان کی آنکھیں دُکھتی ہے اُس کے علاج کے لیے میں آپ کے پاس تشریف لایا ہوں۔''

اس پر راہب نے کہا:

''آپ اپنے نورِ چشم کو لے کر ایسے شخص کے پاس آئے ہیں جو خود طالبِ علاج ہے۔ آپ ان ﷺ کی شان و عظمت سے واقف نہیں ہیں، یہ خود جہاں بھر کے طبیب ہیں اور ان کا دہن مبارک خود چشمہ شفا ہے۔ آپ انہی (حضورِ اکرم ﷺ) کا دہنِ مبارک اِن کی آنکھوں پر لگایئے پھر ان کے معجزانہ اثرات کو دیکھئے۔ میری طرف سے آپ کو مبارک ہو کہ آپ کے خاندان میں ایسی جلیل القدر اور معزز ہستی پیدا ہوئی ہے جس کی انقلاب آفرین صدا سے مشرق و مغرب گونج اٹھیں گے، اور دین و دنیا کی برکتیں جس کے قدموں میں خاک لوٹیں گی۔ اس بچے کا خاص طور پر خیال رکھیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بچہ کو دنیا میں ایک عظیم الشان کام کے لیے بھیجا ہے یعنی کہ جو کام سابق انبیاء علیہم السلام انجام دیتے تھے۔''

اس کے علاوہ راہب نے مزید کہا:

''جب آپ اپنے پوتے کے ساتھ میرے مکان میں تشریف

لائے تو میں عبادت میں مصروف تھا کہ اچانک میرے مکان میں زلزلہ آنے لگے اور میں گھبرا کر باہر نکل آیا۔ اگر میں باہر نہ نکلتا تو شاید چھت کے نیچے دب کر مر جاتا۔ یہ واقعہ ان کی حیرت انگیز بزرگی کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہے۔"

سردار عبدالمطلب حضورِ اکرم ﷺ کو لے کر واپس تشریف لائے اور آپ ﷺ کا دہن مبارک آپ ﷺ کے آنکھوں پر لگایا تو آپ ﷺ کی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔

حضور ﷺ کی دُعائیں

حضورِ ﷺ کی برکت سے بارش کا برسنا:-

حضرت رقیہ بنت ابی صفی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"کچھ عرصہ سے قریش میں بہت زیادہ قحط پڑ رہا تھا جس کی وجہ سے وہ سب تنگی میں مبتلا تھے، زمین پر گھاس نہ اُگتی تھی اور سارے جانور کمزور ہو رہے تھے، میں نے اس زمانہ میں خواب دیکھا اور خواب میں ہاتف غیبی کی آواز سنی جو یہ کہہ رہا تھا کہ:

"اے گروہ قریش! تم میں آخر الزمان حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کے نکلنے کا وقت ہے، وہ تمہارے لئے زندگی اور شادابی لائیں گے، تو ایسے شخص کو دیکھو جو تم میں بزرگ، بلند قامت، ستواں ناک والا، خوش رو، لانبی پلکوں والا اور حقائق افتخار حسب والا ہو، وہ اپنے بیٹے کو اور تم اپنے بیٹوں کو لے کر نکلو اور ہر وادی سے ایک شخص خوشبو لگا کر نکلے اور کعبہ کا طواف کرنے کے بعد کوہ ابوقبیس پر جاؤ اور وہاں پر جا کر وہ شخص دُعا کریں اور تم سب آمین کہو تو بارش ہو جائے گی اور تمہاری زندگی سنور جائے گی۔"

حضرت رقیہ بنت ابی صفی ؓ کہتی ہیں:

جب میں نے اپنا یہ خواب سب کو سنایا تو میرا خواب سن کر ہر شخص پکار اٹھا:

"خواب میں جو نشانیاں بتائی گئی ہیں وہ ساری تو سردار عبدالمطلب میں پائی جاتی ہیں۔"

سب لوگوں نے خواب کے مطابق عمل کیا اور حضرت عبدالمطلب نے ننھے حضور ﷺ کو دوش مبارک پر بٹھایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ ﷺ کے توسط سے دُعا فرمائی۔

راوی کا بیان ہے:

"اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی لوگ پہاڑ سے نیچے بھی نہیں اترنے پائے تھے کہ ایک بادل بیت اللہ کی طرف سے اٹھا اور اتنا زیادہ برسا کہ سب نالے بہہ نکلے۔"

سب لوگوں نے مل کر کہا:

"بطحا کے سردار مبارک ہو۔"

یہ بارش ہر جگہ ہوئی مگر دو شہروں قیس اور مضر میں نہ ہوئی۔ اُن شہروں کے رہنے والے لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ:

"ہم سب سردار عبدالمطلب کے پاس تشریف لے جاتے ہیں اور اُن سے دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔"

چنانچہ یہ سب لوگ مکہ مکرمہ میں آئے اور سردار عبدالمطلب سے ملاقات کرنے کے بعد اُن سے دُعا کی درخواست کی۔

سردار عبدالمطلب نے اُن کی درخواست قبول کرتے ہوئے کہا:

"میں نے تم لوگوں کی بات سُن لی ہے اور اُسے قبول بھی کر لیا ہے

اور تمہارے ساتھ میں کل کا وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے علاقوں میں
اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کل بارش ہوگی۔"

جب صبح ہوئی تو سردار عبدالمطلب وہاں پر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضورِ اکرم ﷺ بھی اُن کے ساتھ تھے۔ سردار عبدالمطلب کے علاوہ دوسرے لوگ بھی اپنے بیٹوں کو لائے تھے۔ سردار عبدالمطلب جب اپنی سیٹ پر بیٹھے تو اپنی گود میں اپنے پیارے پوتے حضورِ اکرم ﷺ کو بھی بٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان علاقوں کے لیے بارش کی دُعا کی۔ ابھی آپ دُعا سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ بارش شروع ہوگئی۔

عبدالمطلب نے ان دونوں شہروں کے لوگوں سے کہا:

"اے قیس وقضر کے گروہ! واپس اپنے علاقوں میں تشریف لے
جاؤ کہ وہاں پر بارش شروع ہوگئی ہے۔"

جب وہ گروہ واپس اپنے علاقہ پر پہنچے تو وہاں پر بارش ہو رہی تھی۔

بت کو ہاتھ مت لگایئے:۔

جب حضورِ اکرم ﷺ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ رہتے تھے تو اُس وقت دو اہم واقعات آپ ﷺ کی شخصیت کا ایک اہم حصہ ہیں۔ ایک دن جب مکہ مکرمہ میں گرمی پڑ رہی تھی تو مکہ میں کسی جگہ گانے کی محفل تھی۔ حضورِ اکرم ﷺ اُس وقت بکریاں چرا رہے تھے اُنہوں نے اپنے ساتھی چرواہے سے بات کر لی کہ وہ بکریوں کی حفاظت کریں، تاکہ میں (حضورِ اکرم ﷺ) گانے بجانے سے لطف اندوز ہوں۔ آپ ﷺ جب چراگاہ سے شہر پہنچے تو تھکن اور گرمی سے بُرا حال تھا۔ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے سستانے کے لیے لیٹ گئے کیونکہ اب محفل شروع ہونے میں وقت تھا۔ جب آپ ﷺ سستانے کے لیے درخت کے نیچے لیٹ گئے تو آپ ﷺ کی آنکھ لگ گئی اور جب آپ ﷺ کی آنکھ کھلی تو اہل سرور اپنی دکان بڑھا چکے تھے آئندہ کبھی بھی اس

طرح کے لہو ولعب میں حصہ لینے کا خیال نہیں آیا۔

ایک بہت ہی سرسبز جگہ تھی جہاں پر کھجور کے دو مقدس درخت تھے جن میں پھل کی بہتات ہوتی، وہاں پر ایک بوانہ نامی بت بھی نصب تھا۔ لوگ اُس بت کے پاس جاتے اور اس کی زیارت کرتے۔ لوگ بوانہ بت پر جانوروں کی بھینٹ چڑھاتے، اپنے سر منڈواتے اور مشرکانہ رسوم انجام دیتے۔ آپ ﷺ اس تقریب میں شامل ہونے سے منع فرما دیتے۔ آخر ایک دن آپ ﷺ اپنی پھوپھیوں اور چچاؤں کے بے حد اصرار پر وہاں گئے۔ جب آپ ﷺ وہاں پہنچے تو آپ ﷺ اُن کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ جب آپ ﷺ ظاہر ہوئے تو آپ ﷺ کے چہرے پر خوف کے آثار چھائے ہوئے تھے۔ پھوپھیوں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"جب بھی میں اس بت کے قریب جانے لگتا تو ایک سفید رنگ،
دراز قد شخص میرے قریب آجاتا اور مجھ سے کہتا ہے:
اے محمد (ﷺ) پیچھے ہٹ جایئے، اس بت کو ہاتھ مت لگایئے۔"

حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

"اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ کبھی کسی ایسی تقریب میں نہیں
گئے۔ جہاں بت پر بھینٹ چڑھائی جاتی ہو۔"

خیر و برکت کے منبع:۔

ابوطالب اپنے والد گرامی کی نصیحت کے مطابق اپنے بھائی کی نشانی حضور اکرم ﷺ کو اپنے گھر لے آئے۔ ابوطالب بہت کشادہ تھے، بہت کریم النفس تھے، وہ اپنی اولاد سے بڑھ کر اپنے بھتیجے حضور اکرم ﷺ سے محبت کرتے تھے اور اُن کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے۔ آپ کی زوجہ حضرت فاطمہ اسد بنت رضی اللہ عنہا بھی آپ ﷺ سے

بے حد پیار و محبت کرتی تھیں۔

جب منبع خیر و برکت کھانے میں شریک ہوتے تو سب لوگ آسودہ ہو کر کھاتے ورنہ سیری نہ ہوتی اس لیے ابوطالب اپنے بھتیجے کے بارے میں کہتے:

"تو حقیقت میں بابرکت ہے۔"

مزید کہتے:

"یہ فرزند جب بھی کھانا کھانے بیٹھتے تو "بسم اللہ" کہتے اور جب کھانے سے فراغت ہو جاتی تو "الحمد للہ" کہتے۔ کسی نے اسے کبھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ ہی ان سے کوئی جاہلانہ بات سنی ہے۔ نہ ہی انہیں کبھی بے وجہ ہنستے ہوئے دیکھا ہے۔ کھیل کود سے انہیں کوئی خاص شغل نہ تھا۔ صبح کے وقت جب سارے بچے بیدار ہوتے تو اُن کی آنکھوں میں میل ہوا کرتا اور بال پراگندہ، لیکن یہ بابرکت ہستی جب جاگتے تو اُن کی آنکھیں سرمگیں ہوتیں، بالوں پر قدرتی طور پر تیل لگا ہوتا۔"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ایک بار ہم لوگ پیلو کے درخت کے پھل چن رہے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو سیاہ ہو گئے ہوں وہ لو کہ وہی سب سے اچھے ہیں، جب میں بکریاں چرایا کرتا تھا تو میں بھی انہیں چنتا تھا۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

"یارسول اللہ (ﷺ)! کیا آپ بھی بکریاں چرایا کرتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور ہمارے پیارے رسول حضرت محمد
مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:

"کوئی بھی پیغمبر ایسا نہیں گزرا جس نے بھیڑ بکریاں نہ چرائی ہوں۔"

پیشین گوئی ایک قیافہ شناس کی:۔

ایک مرتبہ قبیلہ لہبہ کا علم قیافہ مکہ مکرمہ میں آیا، سب لوگ اپنے اپنے بچوں کو اُس کے پاس لے کر گئے۔ حضرت ابوطالب بھی اپنے بچوں کے ہمراہ حضورِ اکرم ﷺ کو بھی لے گئے۔ اُس نے سرسری طور پر حضورِ اکرم ﷺ کو دیکھا اور پھر اپنے کام میں مشغول ہو گیا، کچھ ہی وقت گزرا ہوگا کہ اُس نے بے تابی سے کہا:

"ذرا اس بچے کو میرے پاس لاؤ، جسے میں نے ابھی ابھی دیکھا ہے۔"

آپ ﷺ کے چچا ابوطالب نے اس کے اضطراب کو بھانپ کر آپ ﷺ کو گھر بھیج دیا۔

جب اُس نے آپ ﷺ کو نہ پایا تو اس نے کہا:

"اس کو میرے پاس لاؤ، خدا کی قسم! وہ بہت بڑا آدمی بننے والا ہے۔"

بارش کے لیے دُعا:۔

حضرت ابوطالب کے زمانہ میں جب حضورِ اکرم ﷺ ابھی بچے ہی تھے کہ مکہ پر سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ ہر طرف قحط کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ خشک سالی نے لوگوں کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ درخت مرجھا گئے تھے۔ جھاڑیوں سوکھ گئی تھیں۔ پانی

خشک ہو کر کنوؤں کی تہہ میں اتر چکا تھا۔نخلستان خزاں میں بدل چکے تھے۔زمین پانی کی ایک ایک بوند کے لیے ترس رہا تھا۔بکریوں کا دودھ اُن کے تھنوں میں خشک ہو چکا تھا اور اُن کا گوشت سوکھ چکا تھا، ہڈیوں ابھر آئی تھی۔وہ بھوک و پیاس سے مر رہے تھے۔ بہتے ہوئے چشمے رُک گئے تھے یعنی اُن کا پانی بھی خشک ہو چکا تھا۔اونٹوں کے کوہان دب گئے تھے۔کاروبار ختم ہو گئے تھے۔لوگوں کے چہروں موت کے خوف سے زرد پڑ چکے تھے۔لوگ اپنے اپنے دیوتاؤں کے استھانوں پر جھک گئے اور گڑ گڑا کر دُعائیں مانگ رہے تھے۔ان پر نذر نیاز چڑھا رہے تھے بارش کے لیے رو رو کر التجا کر رہے تھے مگر کوئی ان کی کوئی سنوائی نہ ہو رہی تھی۔

ابو طالب اپنے گھر کے ایک کمرے میں موجود تھے اور ایک پلنگ پر نیم دراز تھے ان کے ساتھ ہی دوسرے پلنگ پر حضورِ اکرم ﷺ نیند کے عالم میں تھے۔آپ ﷺ کی عمر مبارک اُس وقت تقریباً نو برس تھی۔آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر گرمی کی وجہ سے پسینے کے موتی ڈھلک رہے تھے۔آپ ﷺ کبھی ایک کروٹ ہوتے تو کبھی دوسری کروٹ۔

ابو طالب اپنے خیالوں میں کھوئے ہوئے تھے کہ اچانک ان کے دروازے پر دستک ہوئی اُنہوں نے پلنگ پر لیٹے لیٹے گردن موڑ کر دروازے کی طرف دیکھا اور کہا:

"اس وقت اتنی شدت کی گرمی میں کون آسکتا ہے۔"

ابو طالب نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور دیکھا کہ چند آدمی دروازے پر موجود ہیں ان کے چہرے پریشانی سے دھواں دھواں ہو رہے تھے۔

ان میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور کہا:

"سردار ابو طالب! یہ سب لوگ آپ کے پاس بڑی آس اور اُمید لے کر آئے ہیں۔"

ابوطالب نے پوچھا:

"ہاں کہو کیا بات ہے؟"

ان میں سے جلہمہ بن عرفطہ نے لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی:

"سردار! آپ کو تو معلوم ہے کہ قحط اور خشک سالی نے ہمیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ ہمارے مویشی چارے کے بغیر مر رہے ہیں۔ ہمارے بچے ہماری آنکھوں کے سامنے تڑپ رہے ہیں۔ ہمارے مویشیوں کے دودھ کے نتھنے خشک ہو چکے ہیں، ان کے جسم سوکھ کر پنجر بن گئے ہیں اور ان کی ہڈیاں باہر نکل آئی ہیں۔ ہماری زمین پانی کی ایک ایک بوند کے لیے ترس رہی ہیں۔ ہم ہر طرف سے کوشش کر کے ناکام ہو چکے ہیں اور آپ کے پاس بڑی استمداد لے کر آئے ہیں۔"

ابوطالب نے کہا:

"میرے برادرم! یہ مدد کا نہیں دُعا کا وقت ہے تم سب مل کر دُعا کرو اللہ تعالیٰ ضرور تمہاری دُعاؤں کو سنے گا۔"

انہوں نے کہا:

"سردار ہم دُعاؤں سے بھی کچھ حاصل نہیں کر سکے۔ ہم بتوں کے آگے سر جھکا جھکا کر تھک چکے ہیں۔ دیوتا ہم سے سخت ناراض ہیں۔ وہ ہماری دُعائیں نہیں سنتے۔ ہماری اب تک کی تمام کاوش بے کار چلی گئی ہیں۔ ہماری ساری قربانیں اور نذر و نیاز بھی دیوتاؤں کو خوش نہیں کر سکیں۔ وہ تو ہم پر عذاب نازل کر رہے ہیں۔ اے سردار! اب تو ہم سب کی امیدیں آپ سے

بندھ چکی ہیں۔ آپ اپنے والد کے منظورِ نظر ہیں۔ تولیت کعبہ
آپ کے خاندان میں ہے۔ سقایہ اور رفادہ کا شرف بھی آپ ہی
کے حصے میں ہے۔ کعبہ کا رب آپ کی بات ضرور سنے گا۔ آپ
دیوتاؤں سے ہماری لیے بارش کی دُعا مانگیں تاکہ یہ خشک سالی
اور قحط سے ہماری جان چھوٹے۔ آپ ہی اب ہمیں قحط سے
نجات دلوا سکتے ہیں۔"

اس سے پہلے کہ ابوطالب ان کو کچھ جواب دیتے کہ ایک نوجوان بولا:
"میں نے ان سے کہا تھا کہ لات و عزیٰ کے پاس چلو، منات
کے پاس چلو لیکن یہ بوڑھا ہمیں آپ کے پاس لے آیا اس نے
ہم سے کہا کہ تم کہاں الٹے جا رہے ہو حالانکہ ہمارے درمیان
باقیہ ابراہیم وسلالہ اسماعیل موجود ہیں۔"

ابوطالب سر جھکائے اہل مکہ کی باتیں سن رہے تھے۔ ان کی آنکھیں آنسو سے لبالب بھر گئی تھیں۔ وہ کتنے ہی دیر تک سر جھکائے کھڑے رہے پھر ان سے کچھ کہے بغیر اندر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر آئے تو اُن کے ساتھ ایک نو سالہ بچہ بھی تھا جو آپ کے بھائی عبداللہ کی نشانی ہے۔ وہ عبداللہ جن کی دیت پر سو اونٹ قربان کیے گئے لیکن پھر بھی اجل نے انہیں لقمہ بنالیا۔

محمد (ﷺ) اپنے شفیق چچا ابوطالب کے ہمراہ باہر آئے تو ان کا چہرہ آفتاب کی مانند چمک رہا تھا، یعنی کہ کوئی آفتاب تھا جس سے ہلکا سیاہ بادل دور ہو گیا ہو۔ آپ ﷺ نے مجمع پر ایک نظر ڈالی اور پھر اُن کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

ابوطالب حضورِ اکرم ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر خانہ کعبہ میں آئے۔ لوگوں کا ہجوم بھی ابوطالب کے ساتھ ساتھ آیا۔ ابوطالب نے اپنے بھتیجے حضرت محمد ﷺ کو خانہ

کعبہ کی دیوار کی پشت سے لگا دیا اور آپ ﷺ سے کہا:

"اے میرے بھائی کی نشانی! بارش کے لیے دُعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دُعا رد نہیں کرے گا اور آپ (ﷺ) کی دُعا کی برکت و فضیلت سے ان لوگوں کی پریشانی دور ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان سے قحط وسالی کو ہٹا لے گا۔"

ابن عساکر نے جلیمہ بن عرفہ سے روایت کی ہے:

میں مکہ مکرمہ پہنچا تو اس وقت لوگ قحط میں تھے۔ قریش نے کہا:

"اے ابو طالب! قحط کے موقع پر پانی کے لیے دُعا مانگنے کے لیے چلیں۔ جب ابو طالب گھر سے نکلے تو ان کے ساتھ ایک حسین لڑکا بھی تھا، گویا تاریک رات کے لیے وہ ایسا آفتاب تھا جس سے سیاہ بادل مٹ گیا۔ اس بچے کے اطراف میں چھوٹی عمر والے بہت سے لڑکے تھے۔ ابو طالب نے اس لڑکے کو لیا اور اس کی پشت کعبہ سے لگا دی۔ اس بچے نے اپنی انگلی اٹھائی اشارہ کرتے ہی سب طرف سے بادل آنا شروع ہو گئے اور خوب مینہ برسا۔"

آپ ﷺ کعبہ سے پشت لگائے کھڑے تھے۔ شدید گرمی پڑ رہی تھی۔ گرم ہوا چہروں کو جھلسا رہی تھی۔ حلق پیاس کی شدت سے سوکھ کر کانٹا ہو چکے تھے۔ دیوار کعبہ بھی انتہائی گرم تھی۔ جسم پسینے سے شرابور تھے۔ اب سارے لوگوں کی نظریں حضور اکرم ﷺ کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور وہ امید و ناامیدی کے درمیان لٹکے ہوئے تھے۔ ابو طالب بھی ٹکٹکی باندھے اپنے بھتیجے کو دیکھ رہے تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے ملتجی انداز میں اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند

کی اور دل ہی دل میں دُعا کی اور اپنی انگلی کو اشارہ کیا تو چاروں طرف سے بادل آنا شروع ہو گئے اس سے پہلے آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نہ تھا اور دور دور تک آسمان بالکل صاف تھا۔ اس کے بعد خوب بارش ہوئی اور ہر طرف جھل تھل ہو گئی اور پیاسی زمین خوب سیراب ہو گئی۔ گھر گھر میں ابوطالب کے بھتیجے محمد ﷺ کے چرچے ہونے لگے۔ یہ محمد ﷺ کا معجزہ ہی تھا کہ مکہ مکرمہ میں قحط سالی ختم ہو گئی اور ہر طرف خوشحالی نے ڈیرے جمالئے۔

پاسبانِ بنی آدم

صبح صادق کی ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی۔ رات کی سیاہی ختم ہو رہی تھی۔ رب کائنات نے اندھیرے سے سفید دن کو کھینچ نکالا تھا۔ گلی کوچوں میں اونٹوں کے بلبلانے اور بکریوں کے منمنانے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ چوپایوں کی گھنٹیاں فضا کو مترنم کر رہی تھیں۔ سورج نے آہستہ آہستہ اپنا چہرہ مشرق سے نکالنا شروع کیا۔ مکہ کے بازاروں میں رونق عود کر آئی تھی کہیں کہیں لوگ چہل قدمی میں مصروف تھے۔

ایسا ہی ایک ریوڑ مکہ کی ایک سنسان گلی سے نمودار ہوا۔ بکریوں کے گلے میں بندھے گھنگھرو فضا میں رس گھول رہے تھے۔ بکریوں کے منمنانے کی آوازیں زندگی کا پتہ دے رہی تھیں۔ اس ریوڑ کو تین نوعمر لڑکے ہانک رہے تھے جن کی عمریں لگ بھگ دس برس کی ہوگی۔ ان میں سے ایک محمد (ﷺ) تھے۔ جن کا چہرہ نور سے دمک رہا تھا۔ ان کا معمول تھا کہ وہ صبح سویرے ہی بکریوں کو لے کر چراگاہ کی طرف روانہ ہو جاتے اور پھر شام تک وہ اپنی بکریوں کو چراگاہ میں چراتے اور اندھیرا ہوتے ہی گھر لوٹ آتے۔

مکہ سے کچھ دور آنے کے بعد بکریوں کو چرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا گیا اور یہ تینوں لڑکے ایک جگہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تھوڑی دیر بعد حضور ﷺ وہاں سے اٹھے شاید وہ کہیں جانا چاہتے تھے۔

ان میں سے ایک نے کہا:

''محمد (ﷺ) کہاں جا رہے ہو؟

آپ ﷺ نے جواب دیا:

''بکریاں دور جا رہی ہیں، میں دوسری طرف جا کر بیٹھتا ہوں، کہیں بکریاں زیادہ دور نہ چلی جائیں۔''

ان میں سے ایک لڑکے نے کہا:

محمد ﷺ آؤ کچھ دیر ہمارے ساتھ کھیلو، بکریاں کہیں نہیں جاتیں۔''

مگر حضور ﷺ اپنی چھڑی لے کر وہاں سے روانہ ہو گئے اور ان سے کافی دور ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ وہاں پر بیٹھے ہوئے ہی محمد ﷺ اپنے خیالات میں کھو گئے ابھی وہ ان خیالوں میں کھوئے ہوئے تھے کہ ان کے ساتھی اپنے اپنے ریوڑ لیے وہاں آئے۔ وہ محمد ﷺ کو یوں خیالات میں ڈوبا ہوا دیکھ کر رک گئے ان میں سے ایک محمد ﷺ کے قریب آیا اور محمد ﷺ سے پوچھا:

''محمد (ﷺ) کیا سوچ رہے ہو؟

محمد ﷺ چونک گئے اور خیالات کی دنیا سے باہر آ گئے۔

''میں سوچ رہا ہوں ہمارا خالق و مالک کون ہے یہ زمین... آسمان کس نے تخلیق کیے، زمین کے سینے سے پانی کی نہریں کس نے جاری کیں، یہ سبزہ کس نے اُگایا پہاڑیاں کیسے وجود میں آئیں صحرا کے ذرے کیسے بنے۔''

وہ لڑکے یہ سن کر سہم گئے اور انہوں نے کہا:

''محمد (ﷺ) ایسی باتیں نہیں سوچتے ہمارے دیوتا ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔''

آپ (ﷺ) نے پوچھا:

"پھر کیا ہوگا؟"

لڑکے نے کہا:

"ہمارے دیوتا ہم پر عذاب نازل کردیں گے۔ آسمان سے پانی برسنا بند ہو جائے گا۔ ہمارے مویشی اور ہم بھوکوں مرنے لگیں گے۔ وہ ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑے گئے ہمیں برباد کردیں گے۔"

اس پر حضور ﷺ نے کہا:

"یہ پتھر کے بے جان ٹکڑے ہمیں کیسے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ یہ تو خود اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتے۔ یہ بلا ہمیں کیا نفع و نقصان دیں گے۔ میرا دل اس بات کو نہیں مانتا کہ یہ خدا ہو سکتے ہیں۔ یہ تو صرف پتھر کے مورت ہیں سچا خدا تو کوئی اور ہے۔"

اتنے میں ایک اور لڑکا آپ ﷺ کے قریب آیا اور آپ ﷺ سے کہا:

"آج بنوکنانہ کے ہاں راگ رنگ کی محفل جمی ہے ہم سب وہاں جارہے ہیں محمد (ﷺ) تم بھی ضروری ہمارے ساتھ چلو بڑا لطف آئے گا۔"

حضور ﷺ نے کہا کہ:

"میرے دل میں ایسی کوئی خواہش نہیں۔"

لیکن انہوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو حضور ﷺ ان کے ساتھ جانے کے لیے آمادہ ہو گئے۔

رات ہوتے ہی محفل اپنے پورے جوبن کے ساتھ شروع ہو گئی ہر کوئی شراب میں مدہوش ہو رہا تھا۔ کنیزیں رقص کر رہی تھیں۔ سازندے اپنی دھن میں مست تھے اور

سرتال ملائے جارہے تھے۔

حضورِ اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کے اصرار پر محفل میں شرکت کرنے کے لیے تیار تو ہو گئے تھے لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا قدرت نے آپ کو ان کاموں کے لیے نہیں چنا تھا بلکہ ایک عظیم مقصد کے لیے چنا تھا بلکہ یہ دنیا ہی آپ ﷺ کے لیے تخلیق کی گئی تھی۔

حضورِ اکرم ﷺ جب وہاں جانے کے لیے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس طرف جانے سے روکنے کا سبب پیدا فرمادیا۔ حضورِ اکرم ﷺ ابھی کچھ دور ہی گئے ہوئے تھے کہ انہیں ایک گھر سے گانے کی آواز سنائی تھی آپ ﷺ نے چاہا کہ کچھ دیر یہ گیت سنیں لیکن آپ ﷺ کو نیند آ گئی، آپ ﷺ وہیں بیٹھے بیٹھے سو گئے۔ آپ ﷺ کے چہرے پر معصومیت ہالہ کیے ہوئے تھی۔ ابلیس اپنے سر پر خاک اڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

جب حضورِ اکرم ﷺ نیند سے جاگے تو رات گزر چکی تھی اور سورج کی کرنیں زمین پر پڑ چکی تھیں۔ آپ ﷺ اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے واپس کی طرف چل پڑے ابھی کچھ دور ہی گئے ہوئے تھے کہ راستے میں اُس لڑکے سے ملاقات ہوئی جس نے آپ ﷺ کو محفل میں جانے کے لیے کہا تھا اُس نے آپ ﷺ سے کہا:

> "اے محمد (ﷺ)! میں تو ساری رات تمہیں محفل میں تلاش کرتا رہا لیکن تم کہیں نظر نہیں آئے۔"

محمد ﷺ نے جواب دیا:

> "میں تو وہیں جارہا تھا لیکن راستے میں مجھے ایک گھر سے گیت کی آواز سنائی تھی میں کچھ دیر وہیں ٹھہر گیا اور مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گی اور میں ساری رات محوِ خواب رہا۔ اب بیدار ہوا ہوں۔"

لڑکے نے محمد ﷺ سے کہا:

''اچھا آج کی رات لازمی آنا کیونکہ آج آخری دن ہے۔''

محمد ﷺ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

''میں نہیں آؤں گا۔''

یہ کہہ کر آپ ﷺ آگے بڑھ گئے اور وہ لڑکا آپ ﷺ کو حیرت سے تکے جارہا تھا اور فطرت چپکے سے یہ کہہ رہی تھی۔

''اے پیارے محمد ﷺ! یہ ساری کائنات کھیل تماشا نہیں اور نہ ہی زندگی عیش و نشاط کی ہے۔ اس قادر مطلق کو تلاش کیجئے جس نے سب کو پیدا کیا ہے۔ یہ کھیل تماشہ آپ ﷺ کے لیے نہیں ہے آپ ﷺ ان چیزوں سے پاک ہیں۔''

ابوطالب کے زیرِ سایہ پرورش

عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ اپنے چچا ابوطالب کی آغوشِ تربیت میں آ گئے۔ حضورِ اکرم ﷺ کی نیک خصلتوں اور دل لبھا دینے والی بچپن کی پیاری پیاری اداؤں نے ابوطالب کو آپ ﷺ کا گرویدہ بنا دیا کہ مکان کے اندر اور باہر ہر وقت ابوطالب آپ ﷺ کو اپنے ساتھ رکھتے، اپنے ساتھ ہی کھانا کھلاتے اور اپنے پاس ہی آپ ﷺ کا بستر بچھاتے اور ایک لمحہ کے لئے بھی نظر سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے۔ ابوطالب نے آپ ﷺ کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھا اور اس شفقت اور محبت سے مرتے دم تک آپ ﷺ کی تربیت کی کہ حق یہ ہے کہ تربیت اور کفالت کا حق پورا پورا ادا کر دیا۔

ابوطالب کا بیان ہے کہ میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ کسی وقت بھی کوئی جھوٹ بولے ہوں یا کبھی کسی کو دھوکہ دیا ہو یا کبھی کسی کو کوئی ایذا پہنچائی ہو یا بے ہودہ لڑکوں کے پاس کھیلنے کے لئے گئے ہوں یا کبھی کوئی خلاف تہذیب بات کی ہو۔ ہمیشہ انتہائی خوش اخلاق، نیک اطوار، نرم گفتار بلند کردار اور اعلیٰ درجہ کے پارسا اور پرہیز گار رہے۔ افسوس کہ ابوطالب باوجود اس والہانہ اور عاشقانہ تربیت اور کفالت کے دولتِ ایمان اور نعمتِ اسلام سے محروم رہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کی دُعا سے بارش کا ہونا:۔

ایک مرتبہ ملک عرب میں انتہائی خوفناک قحط پڑ گیا۔ اہل مکہ نے بتوں سے فریاد کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر ایک حسین وجمیل بوڑھے نے مکہ والوں سے کہا اے اہل مکہ! ہمارے اندر ابو طالب موجود ہیں۔ جو بانیءِ کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین بھی ہیں۔ ہمیں ان کے پاس چل کر دعا کی درخواست کرنی چاہیے۔ چنانچہ سرداران عرب ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فریاد کرنے لگے کہ اے ابو طالب! قحط کی آگ نے سارے عرب کو جھلسا کر رکھ دیا ہے۔ جانور گھاس پانی کے لئے ترس رہے ہیں اور انسان دانہ پانی نہ ملنے سے تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہے ہیں۔ قافلوں کی آمد ورفت بند ہو چکی ہے اور ہر طرف بربادی و ویرانی کا دور دورہ ہے۔ آپ بارش کے لئے دعا کیجئے۔ اہل عرب کی فریاد سن کر ابو طالب کا دل بھر آیا اور حضور ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر حرم کعبہ میں گئے اور حضور ﷺ کو دیوار کعبہ سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا اور دعا مانگنے میں مصروف ہو گئے۔ درمیان دعا میں حضور ﷺ نے اپنی انگشت مبارک کو آسمان کی طرف اٹھا دیا۔ ایک دم چاروں طرف سے بدلیاں نمودار ہوئیں اور فوراً ہی اس زور کا باران رحمت برسا کہ عرب کی زمین سیراب ہو گئی۔ جنگلوں اور میدانوں میں ہر طرف پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ چٹیل میدان کی زمینیں سر سبز و شاداب ہو گئیں۔ قحط دفع ہو گیا اور کال کٹ گیا اور سارا عرب خوش حال اور نہال ہو گیا۔ اسی بارے میں ابو طالب نے کہا ہے۔

و ابیض یستقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمة للارامل

"ایسے روشن اور منور کہ ان کے چہرے کی برکت سے
خدا سے بارش مانگی جاتی ہے۔ جو یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کا ماویٰ

اور ملتا ہے۔“

(زرقانی علی المواہب 1، ص190)

کعبہ کی تعمیر میں حصہ لینا:۔

جب حضورِ اکرم ﷺ کی عمر مبارک دس برس کو پہنچی تو مکہ مکرمہ میں بہت ہی زبردست بارشیں ہوئی جس کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی دیواریں گر گئیں۔ اہلِ مکہ نے جب خانہ کعبہ کی مرمت شروع کی تو حضورِ اکرم ﷺ نے بھی اس میں حصہ لیا اور دیگر بچوں کے ساتھ پتھر اٹھا کر لاتے تھے۔

حضورِ اکرم ﷺ کو زمین پر چلتے پھرتے دیکھنا:۔

ابونعیم، ابن عوف سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن سعید نے کہا ایک بار کچھ یہودی سامان خریدنے کے لئے ابوطالب کے پاس آئے اور سامان خریدنے کے معاملات ابھی طے پا ہی رہے تھے کہ اچانک اُس وقت حضورِ اکرم ﷺ وہاں تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ اُس وقت بچے ہی تھے۔ یہودیوں نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو اپنا سارا سامان چھوڑے بغیر ہی واپس چلے گئے اس پر حضرت ابوطالب نے بڑے تعجب سے اپنے ایک ساتھی کو ان کے پیچھے بھیجا اور اُس سے کہا کہ ان کو فلاں راستے پر روکو اور روکنے کے بعد ان کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہو کہ بڑے تعجب کی بات دیکھی ہے اس کے جواب میں دیکھو وہ کیا کہتے ہیں؟

جب وہ صاحب اُن کے پاس پہنچے اور ابوطالب کے کہنے کے مطابق وہی بات کہی تو اس کے جواب میں یہودی بولے کہ تم نے کیا عجیب بات دیکھی ہے اس سے زیادہ عجیب بات تو ہم نے دیکھی ہے۔ ہم نے تو ابھی ابھی محمد (ﷺ) کو زمین پر چلتے پھرتے دیکھا ہے۔

پانی کا چشمہ جاری ہونا:۔

مغازی میں امام ابن اسحاق اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوطالب نے فرمایا:

"سوق ذوالمجاز ایک بازار تھا جو عرفہ کے نزدیک تھا۔ جاہلیت کے زمانے میں اہلِ عرب وہاں جمع ہو کر لین دین کیا کرتے تھے۔ ایک دن میں اسی بازار میں تھا اور میرے ساتھ میرا پیارا بھتیجا حضرت محمد (ﷺ) بھی تھے۔ اس وقت حضورِ اکرم ﷺ کی عمر مبارک دس سال تھی۔ مجھے بہت سخت پیاس محسوس ہوئی اور وہاں آس پاس کوئی پانی پینے کا کنواں نہ تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے شدت عطش کی شکایت کی یہ اس لیے نہ تھا کہ میں نے آپ ﷺ کے پاس پانی دیکھا تھا بلکہ ویسے ہی کسی کے ساتھ اپنی تکلیف بانٹنے کے لیے آپ ﷺ سے اظہار کیا تھا۔ پیاس اور بھوک کی تکلیف سے ہم دونوں ہی دوچار تھے میرے عرض کرنے سے حضورِ اکرم (ﷺ) جو ابھی بچے ہی تھے اپنی سواری سے نیچے اترے اور پوچھا:

"کیا واقعی چچا جان آپ کو بہت زیادہ پیاس لگی ہے؟"

میں نے کہا۔

"ہاں پیارے بیٹے! بات اسی طرح ہے۔"

اس جواب کے بعد آپ ﷺ نے اپنی ایڑھی زور سے زمین پر ماری تو وہاں سے پانی کا ایک چشمہ ابل پڑا۔ پھر آپ ﷺ نے میری طرف رخ کیا اور مجھ سے فرمایا:

"پیارے چچا جان! پانی پی لیں۔"
میں نے اس چشمہ فیض سے اپنی پیاس بجھالی۔
ابوطالب کہتے ہیں کہ:
"میں نے آج تک ایسا پانی نہ ہی کہیں دیکھا اور نہ ہی ایسا پانی کبھی پیا تھا۔"
مزید کہتے ہیں کہ:
"میرے سیراب ہونے کے بعد حضرت محمدﷺ نے دوبارہ اُسی جگہ ٹھوکر ماری تو پانی نکلنا بند ہو گیا اور وہ جگہ پہلے کی طرح ہو گئی۔"

میرا اکرم بھتیجا:۔

طبرانی عمار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:
"حضرت ابوطالب مکہ کے لوگوں کے لئے کھانا تیار کروایا کرتے تھے۔ حضورﷺ جب بھی وہاں تشریف لاتے تو اس وقت تک تشریف نہ رکھتے جب تک کہ نیچے کوئی چیز نہ رکھ دیتے یہ دیکھ کر ابو طالب فرماتے کہ میرا بھتیجا بڑا اکرم ہے۔"

عظیم شان کا مالک:۔۔

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ حضورِ اکرمﷺ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اُن کو اپنے بھائی کا بیٹا بہت پیارا تھا جب بھی ابوطالب کے لیے تکیوں والا فرش بچھایا جاتا تو آپ کے ساتھ حضورِ اکرمﷺ بھی تشریف فرما ہو جاتے۔
ابوطالب فرمایا کرتے:
"میرے بھائی کا یہ بیٹا عظیم شان کا مالک ہے۔"

کھانے کی برکت:۔

ابو طالب حضورِ اکرم ﷺ سے اس قدر محبت فرماتے تھے کہ جب بھی گھر میں کھانا تیار ہوتا اور گھر والے کھانا کا ارادہ کرتے تو ابو طالب اُن سے فرماتے:

"تم لوگ جس حال میں بھی ہو، رک جاؤ یہاں تک کہ میرا بیٹا آجائے۔"

آپ اُس وقت تک کھانا نہ کھاتے جب تک کہ آپ ﷺ کھانا کھانے میں آپ کے ساتھ شامل نہ ہو جاتے۔ حضورِ اکرم ﷺ کی شمولیت کی وجہ سے کھانے میں خوب برکت پیدا ہو جاتی اور سب لوگ کے پیٹ بھر کھانے کے بعد بھی کھانا بچا جاتا اور جب یہ لوگ دودھ پیتے تو ابو طالب سب سے پہلے حضورِ اکرم ﷺ کو دودھ کا برتن دیتے اور حضورِ اکرم ﷺ کے دودھ پینے کے بعد گھر والے باقی دودھ کو پیتے یہاں تک کہ ایک پیالے سے ہی سب گھر والے سیراب ہو جاتے۔

اپنے ساتھ سلانا:۔

ابو طالب حضورِ اکرم ﷺ سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ اپنی اولاد کو بھی اتنا نہ چاہتے ہونگے، ہمیشہ حضورِ اکرم ﷺ کو اپنے ساتھ سلاتے اور جہاں بھی جاتے اپنے ساتھ لے کر جاتے۔

ابو طالب نے حضورِ اکرم ﷺ کی ہمیشہ حمایت کی اور حفاظت بھی کی۔ آپ اپنے والد سردار عبدالمطلب کی طرح حضورِ اکرم ﷺ کے بغیر دستر خوان پر نہ بیٹھتے۔ ہمیشہ اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے اور اپنے دائیں طرف سلاتے، اور اپنے ساتھ ہی باہر لاتے اور کبھی اپنے سے جدا نہ کرتے۔

حضورِ اکرم ﷺ کے چچا ابو طالب جب تک زندہ رہے وہ ہمیشہ حضورِ اکرم

ﷺ کے ناصر و فدائی رہے۔

میرے بھتیجے پر سرداری جچتی ہے:-

سردار عبدالمطلب کی طرح حطیم میں ابوطالب کے لیے بھی الگ مسند بچھائی جاتی تھی جس پر کوئی اور نہیں بیٹھتا تھا لیکن حضورِ اکرم ﷺ جب بھی وہاں جاتے تو اُس مسند پر جا کر بیٹھ جاتے تھے اس پر ابوطالب کہا کرتے:

''خدا کی قسم! میرے اس بھتیجے پر سرداری جچتی ہے۔''

ابولہب کا شر:-

ایک بار آپ ﷺ کے چچاؤں ابوطالب اور ابولہب کے درمیان کشتی ہو گئی۔ ابولہب نے ابوطالب کو پچھاڑ دیا اور اُن کے سینہ مبارک پر چڑھ کر بے تحاشا مارنے لگے۔ کمسن بھتیجے نے اسے دھکیل دیا۔ اب ابوطالب موقع پر کر ان پر حاوی ہو گئے اور ابولہب کو مارنے لگے۔ جب معاملہ ختم ہوا تو ابولہب نے حضورِ اکرم ﷺ سے کہا:

''اے محمد (ﷺ)! میں بھی تیرا چچا ہوں اور وہ بھی۔ تو نے اُن کی طرفداری کیوں کی۔ خدا کی قسم! اب میرا دل تجھ سے کبھی بھی محبت نہیں کرے گا۔''

شام کا سفر اور قصہ بحیرا راہب

جب حضورِ اکرم ﷺ بارہ سال کی عمر میں پہنچ گئے تو آپ ﷺ کے چچا ابوطالب نے تجارت کی غرض سے شام جانے کا ارادہ کیا اس سے پہلے بھی آپ ﷺ کے چچا تجارت کے لیے شام جایا کرتے تھے۔ جب حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت ابوطالب کے ساتھ جانے کی حامی بڑی تو اُنہوں نے اتنے طویل اور پرخطر سفر کی ممکنہ تکالیف کی وجہ سے منع فرما دیا تو حضورِ اکرم ﷺ کے چہرے پر حزن وملال کے آثار چھا گئے اور انہوں نے ابوطالب کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر فرمایا:

''اے محترم چچا جان! مجھے اس شہر میں کس اُمید پر چھوڑے جا رہے ہیں۔''

آپ ﷺ کی یہ بات سن کر ابوطالب کا دل بھر آیا اور اُن کے قلب پر عجیب رقت طاری ہوگئی اور اُنہوں نے حضورِ اکرم ﷺ سے فرمایا:

''خدا کی قسم! میں انہیں ضرور اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا، وہ مجھ سے ہرگز جدا نہیں ہیں اور نہ میں اُن سے جدا ہوں۔''

جب ابوطالب نے حضورِ اکرم ﷺ کو اپنے ساتھ لے جانے کی حامی بھر لی تو دیگر عزیز و رشتہ داروں نے اس پر افسوس کا اظہار کیا اور انہیں سمجھایا کہ:

''آپ اس فرزند کو اپنے ساتھ لے کر جا رہے ہیں جس سے

سورج کی گرمی پرہیز کرتی ہے۔ اتنی عمر میں انہیں اپنے ساتھ کون
لے کر جاسکتا ہے۔"

یہ باتیں سن کر ابوطالب شش و پنج میں پڑ گئے اور حضور اکرم ﷺ کو لے جانے کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا، اچانک اُن کی نظر آپ ﷺ پر پڑی کہ آپ ﷺ ایک کونے میں بیٹھے ہوئے آنسو بہا رہے ہیں۔

ابوطالب نے آپ ﷺ سے پوچھا:

"اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! کیا بات ہے کہ تم آنسو بہا رہے ہو؟"

اس کے جواب میں آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی تو آپ ﷺ کے چچا ابوطالب فرمانے لگے کہ شاید آپ یہ آنسو اس لیے بہا رہے ہیں کہ آپ ہم سے جدا ہو رہے ہیں اس کے جواب میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"ہاں چچا حضور! یہی بات ہے۔"

حضورِ اکرم ﷺ کا جواب سن کر ابوطالب نے کہا:

"خدا کی قسم! آج کے بعد میں کبھی بھی آپ ﷺ سے اپنے سے جدا نہ کروں گا۔"

اور حضورِ اکرم ﷺ کو لے کر شام کے سفر میں روانہ ہو گئے۔

شہر بصریٰ کے قریب پہنچے تو وہاں ایک نصرانی راہب رہتا تھا جس کا نام جرجیس تھا اور بحیرا راہب کے نام سے مشہور تھا اور نبی آخر الزماں کی جو علامتیں آسمانی کتابوں میں مذکور تھیں، ان سے بخوبی واقف اور باخبر تھا۔ چنانچہ اہل مکہ کا یہ قافلہ جب بحیرا راہب کے صومعہ کے پاس جا کر اترا تو اس نے حضور پرنور ﷺ کی صورت دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی کتب سابقہ میں خبر دی گئی ہے اور آپ ﷺ کا

ہاتھ پکڑ لیا۔

جامع ترمذی میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار ابو طالب مشائخ قریش کے ساتھ شام کی طرف گئے۔ شام میں جس جگہ جا کر اترے وہاں ایک راہب رہتا تھا۔ اس سے پہلے بھی بارہا اس راہب پر گزر ہوتا تھا' مگر وہ کبھی ملتفت نہ ہوتا تھا۔ اس مرتبہ قریش کا کاروان تجارت جب وہاں جا کر اترا تو راہب خلاف معمول اپنی صومعہ سے نکل کر ان میں آیا اور متجسسانہ نظروں سے ایک ایک کو دیکھنے لگا یہاں تک کہ حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ کہا۔

هذا سيد العالمين هذا رسول رب العالمين يبعثه الله رحمة للعالمين

"یہی ہے سردار دو جہانوں کا' یہی ہے رسول پروردگار عالم کا جس کو اللہ جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گا۔"

شجر اور حجر کا سجدہ کرنا:۔

سرداران قریش نے اس راہب سے کہا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ راہب نے کہا جس وقت آپ سب گھاٹی سے نکلے تو کوئی شجر اور حجر ایسا باقی نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہو اور شجر اور حجر نبی ہی کے لئے سجدہ کر سکتے ہیں اور علاوہ ازیں میں آپ ﷺ کو مہر نبوت سے بھی پہچانتا ہوں جو سیب کے مشابہ آپ ﷺ کے شانہ کے نیچے واقع ہے۔ راہب یہ کہہ کر واپس ہو گیا اور فقط ایک آپ ﷺ کی وجہ سے تمام قافلہ کے لئے کھانا تیار کرایا۔ کھانے کے لئے سب حاضر ہوئے تو آپ ﷺ موجود نہ تھے۔ راہب ﷺ نے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کہاں ہیں؟ معلوم ہوا کہ اونٹ چرانے گئے ہوئے ہیں۔ آدمی بھیج کر آپ ﷺ کو بلایا۔

ابر کا سایہ کرنا:۔

جس وقت آپ ﷺ تشریف لائے تو ایک ابر آپ ﷺ پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ جب آپ اپنی قوم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ لوگ آپ ﷺ سے پہلے درخت کے سایہ میں جگہ لے چکے ہیں اب کوئی جگہ سایہ کی باقی نہ رہی۔ آپ ﷺ ایک جانب کو بیٹھ گئے۔ بیٹھتے ہی درخت کا سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔ راہب نے یہ دیکھ کر کہا کہ

"دیکھو درخت کا سایہ آپ ﷺ کی طرف کیسے مائل ہے۔"

مہرِ نبوت دیکھنا:۔

ابولہب نے حضورِ اکرم ﷺ سے مختلف سوالات کئے اور اُن کے تسلی بخش جواب پا کر بہت خوش ہوا اور پھر حضورِ اکرم ﷺ کی سرخ چمکیلی چشمان مبارک کی طرف دیکھ کر ابوطالب سے جو اُس وقت بعض لوگوں کے گھیرے میں بیٹھے ہوئے تھے سے پوچھا کہ:

"کیا یہ سرخی کبھی زائل بھی ہوتی ہے یا نہیں؟"

اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ:

"ہم نے تو کبھی اسے زائل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

اس جواب سے ابولہب کو یقین تو ہو گیا کہ یہی آخری نبی ہیں لیکن اپنے دل کی مزید تسلی اور یقین کو تقویت دینے کی غرض سے اس نے حضورِ اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ:

"اے ننھے حضور! اپنے دوشِ مبارک سے کپڑا ہٹائیں تاکہ میں آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان مہرِ نبوت کا مشاہدہ کر

سکوں۔"

چنانچہ حضورِ اکرم ﷺ نے اپنی دوشِ مبارک سے کپڑا ہٹایا تو ابولہب نے آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان مہرِ نبوت کی زیارت کی اور وفورِ مسرت اور شدتِ جذبات کی وجہ سے اُس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور اُس نے بڑی عقیدت اور ادب کے ساتھ مہرِ نبوت کا بوسہ لیا۔

رومیوں کی تلاش:۔

اثناءِ کلام میں اچانک اور یکایک جو راہب کی نظر پڑی تو دیکھا کہ روم کے سات آدمی کسی کی تلاش میں اسی طرف آ رہے ہیں۔ راہب نے پوچھا تم کس لئے نکلے ہو؟ رومیوں نے کہا کہ ہم اس نبی کی تلاش میں نکلے ہیں جس کی توریت اور انجیل میں بشارت مذکور ہے کہ وہ اس مہینہ میں سفر کے لئے نکلنے والا ہے۔ ہر طرف ہم نے اپنے آدمی بھیجے ہیں۔ راہب نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ کہ جس شئے کا خداوند ذوالجلال نے ارادہ فرمالیا ہو کیا اس کو کوئی روک سکتا ہے؟ رومیوں نے کہا نہیں۔ اس کے بعد رومیوں نے بحیرا راہب سے عہد کیا کہ ہم اب اس نبی کے درپے نہ ہوں گے اور یہ سات رومی وہیں بحیرا راہب کے پاس رہ پڑے۔ کیونکہ جس مقصد کے لئے نکلے تھے وہ خیال ہی بدل گیا اس لئے اب واپسی کو خلافِ مصلحت سمجھ کر بحیرا راہب کے پاس ٹھہر گئے۔ راہب نے قریش کے قافلہ کو قسم دے کر یہ دریافت کیا کہ تم میں اس کا ولی کون ہے؟ لوگوں نے ابوطالب کی طرف اشارہ کیا۔

ابوطالب سے سوال جواب:۔

راہب نے آپ ﷺ کے چچا ابوطالب سے پوچھا کہ اس صاحبزادے سے آپ کا رشتہ کیا ہے؟

ابوطالب نے جواب دیا:

"یہ میرا فرزند ہے۔"

راہب بولا:

"نہیں۔ ہرگز نہیں یہ تمہارا فرزند نہیں بلکہ اس فرزند کے والدین زندہ نہیں ہو سکتے۔"

اس کے جواب میں ابوطالب نے بتایا کہ:

"یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔"

ابولہب نے بے تاب ہو کر پوچھا:

"پھر ان کا باپ کہاں ہے؟

اس پر ابوطالب نے کہا:

"کہ وہ آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں۔"

اس پر بحیرا راہب نے کہا کہ:

"آپ نے سچ فرمایا ہے۔"

پھر بحیرا راہب نے آپ سے بڑی سنجیدگی کے ساتھ کہا:

"ہماری پرانی کتابوں اور بزرگوں کی روایتوں کے حساب سے یہ خاتم النبین، سید المرسلین ﷺ ہیں۔ ان کا مذہب پھیلے گا اور ان کا روشن اور مبارک دین پوری دنیا میں پھیلے گا اور پچھلے تمام مذہب یا دین کو منسوخ کر دے گا۔ آپ انہیں اپنے ساتھ لے کر شام کا سفر نہ کریں کیونکہ وہ فتنہ پرور یہودیوں کا غلبہ ہے اور وہ آپ (ﷺ) کے خلاف کوئی نہ کوئی خطرناک سازش ضرور کریں گے اور آپ (ﷺ) کو نقصان پہنچانے کی پوری

کوشش کریں گے۔ اس لیے میرا مشورہ آپ کو یہی ہے کہ آپ (ﷺ) انہیں اپنے ساتھ لے کر فوراً واپس اپنے وطن لوٹ جائیں۔"

اس پر ابو طالب نے آپ ﷺ کو مکہ واپس بھیج دیا۔ راہب نے ناشتہ کے لئے روٹی اور زیتون کا تیل ساتھ کر دیا اور ابو طالب تجارت کی غرض سے شام کی طرف چلے گئے۔

ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ:

"ابو طالب جب شام کی تجارت سے فارغ ہو گئے تو وہاں سے جلد نکلے اور آپ ﷺ کو لے کر مکہ مکرمہ چلے آئے۔"

کتابیات

☆ بخاری شریف
☆ صحیح مسلم شریف
☆ ترمذی شریف
☆ خصائص الکبریٰ
☆ دلائل النبوۃ
☆ مسند عبدالرزاق
☆ موطا امام مالک
☆ الطبقات الکبریٰ
☆ سیرۃ النبی ﷺ .... ابنِ ہشام
☆ سیرتِ نبوی ﷺ .... شبلی نعمانی
☆ اُسوۂ رسولِ اکرم ﷺ .... حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحی
☆ سیرتِ رسولِ عربی ﷺ .... مولانا نور بخش توکلی
☆ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ .... علامہ عبدالمصطفیٰ
☆ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ .... مولانا محمد ادریس کاندھلوی
☆ تاریخِ اسلام .... اکبر شاہ خاں، نجیب آبادی

حضور نبی کریم ﷺ کے آنسو

حضور نبی کریم ﷺ کا بچپن

حضور نبی کریم ﷺ کے غزوات

حضور نبی کریم ﷺ کی مسکراہٹیں

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 042 - 37352022